روزنامہ

C.P.L 29-FD ٹیلیفون نمبر 047-6213029

الفضل

ایڈیٹر: عبدالسمیع خان

Web: http://www.alfazl.org
Email: editor@alfazl.org

پیر 19 دسمبر 2005ء، 16 ذیقعد 1426 ہجری 19 فتح 1384 ہش جلد 55-90 نمبر 282

رحمت الٰہی کی وسعت

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جب اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق پیدا کر چکا تو اس نے اپنی کتاب (یعنی تقدیر) میں لکھا جو اس کے پاس عرش پر موجود ہے کہ

میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے

(صحیح بخاری کتاب بدء الخلق باب ہوالذی یبدء الخلق حدیث نمبر 2955)

ارشادات عالیہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ

تیسری خوبی خداتعالیٰ کی جو تیسرے درجہ کا احسان ہے رحیمیت ہے جس کو سورۂ فاتحہ میں الرحیم کے فقرہ میں بیان کیا گیا ہے اور قرآن شریف کی اصطلاح کے رو سے خداتعالیٰ رحیم اس حالت میں کہلاتا ہے جبکہ لوگوں کی دعا اور تضرع اور اعمال صالحہ کو قبول فرما کر آفات اور بلاؤں اور تضیع اعمال سے ان کو محفوظ رکھتا ہے۔ یہ احسان دوسرے لفظوں میں فیض خاص سے موسوم ہے۔ اور صرف انسان کی نوع سے مخصوص ہے۔ دوسری چیزوں کو خدا نے دعا اور تضرع اور اعمال صالحہ کا ملکہ نہیں دیا مگر انسان کو دیا ہے۔ انسان حیوان ناطق ہے اور اپنی نطق کے ساتھ بھی خداتعالیٰ کا فیض پا سکتا ہے۔ دوسری چیزوں کو نطق عطا نہیں ہوا۔ پس اس جگہ سے ظاہر ہے کہ انسان کا دعا کرنا اس کی انسانیت کا ایک خاصہ ہے جو اس کی فطرت میں رکھا گیا ہے۔ اور جس طرح خداتعالیٰ کی صفات ربوبیت اور رحمانیت سے فیض حاصل ہوتا ہے اسی طرح صفت رحیمیت سے بھی ایک فیض حاصل ہوتا ہے۔ صرف فرق یہ ہے کہ ربوبیت اور رحمانیت کی صفتیں دعا کو نہیں چاہتیں۔ کیونکہ وہ دونوں صفات انسان سے خصوصیت نہیں رکھتیں اور تمام پرند چرند کو اپنے فیض سے مستفیض کر رہی ہیں۔ بلکہ صفت ربوبیت تو تمام حیوانات اور نباتات اور جمادات اور اجرام ارضی اور سماوی کو فیض رسان ہے اور کوئی چیز اس کے فیض سے باہر نہیں۔ برخلاف صفت رحیمیت کے کہ وہ انسان کے لئے ایک خلعت خاصہ ہے۔ اور اگر انسان ہو کر اس صفت سے فائدہ نہ اٹھاوے تو گویا ایسا انسان حیوانات بلکہ جمادات کے برابر ہے جبکہ خداتعالیٰ نے فیض رسانی کی چار صفت اپنی ذات میں رکھی ہیں۔ اور رحیمیت کو جو انسان کی دعا کو چاہتی ہے خاص انسان کے لئے مقرر فرمایا ہے۔ پس اس سے ظاہر ہے کہ خداتعالیٰ میں ایک قسم کا وہ فیض ہے جو دعا کرنے سے وابستہ ہے۔ اور بغیر دعا کے کسی طرح مل نہیں سکتا۔ یہ سنت اللہ اور قانون الٰہی ہے جس میں تخلف جائز نہیں یہی وجہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی امتوں کے لئے ہمیشہ دعا مانگتے رہے۔ توریت میں دیکھو کہ کتنی دفعہ بنی اسرائیل خداتعالیٰ کو ناراض کر کے عذاب کے قریب پہنچ گئے اور پھر کیونکر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا اور تضرع اور سجدہ سے وہ عذاب ٹل گیا۔ حالانکہ بار بار وعدہ بھی ہوتا رہا کہ میں ان کو ہلاک کروں گا۔

اب ان تمام واقعات سے ظاہر ہے کہ دعا محض لغو امر نہیں ہے۔ اور نہ صرف ایسی عبادت جس پر کسی قسم کا فیض نازل نہیں ہوتا۔ یہ ان لوگوں کے خیال ہیں جو خداتعالیٰ کا وہ قدر نہیں کرتے جو حق قدر کرنے کا ہے اور نہ خدا کی کلام کو نظر عمیق سے سوچتے ہیں اور نہ قانون قدرت پر نظر ڈالتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ دعا پر ضرور فیض نازل ہوتا ہے جو ہمیں نجات بخشتا ہے۔ اسی کا نام فیض رحیمیت ہے جس سے انسان ترقی کرتا جاتا ہے۔ اسی فیض سے انسان ولایت کے مقامات تک پہنچتا ہے اور خداتعالیٰ پر ایسا یقین لاتا ہے کہ گویا آنکھوں سے دیکھ لیتا ہے۔ مسئلہ شفاعت بھی صفت رحیمیت کی بناء پر ہے۔ خداتعالیٰ کی رحیمیت نے ہی تقاضا کیا کہ اچھے برے آدمیوں کی شفاعت کریں۔

(ایام الصلح۔ روحانی خزائن جلد 14 ص 249)

تحصیل دین کے بعد طبابت کا پیشہ بہت عمدہ ہے (حضرت مسیح موعود)

امریکہ سے نیورو فزیشن کی آمد

مکرم ڈاکٹر بشیر الدین خلیل صاحب نیورو فزیشن امریکہ سے فضل عمر ہسپتال ربوہ میں مریضوں کے معائنہ کیلئے مورخہ 21 تا 28 دسمبر 2005ء تشریف لائیں گے۔ ضرورت مند احباب و خواتین پرچی روم سے رابطہ کر کے اپنی پرچی بنوالیں۔ یاد رہے کہ ان سے معائنہ کیلئے میڈیکل / سرجیکل آؤٹ ڈور سے ریفر کروانا ضروری ہوگا۔ بغیر ریفر کروائے ڈاکٹر صاحب کو دکھانا ممکن نہ ہوگا۔ احباب و خواتین استفادہ کیلئے تشریف لائیں اور مزید معلومات کیلئے استقبالیہ سے رجوع فرمائیں۔ وزیٹنگ فیکلٹی (Visiting Faculty) کا اعلان ویب سائٹ پر بھی کیا جاتا ہے۔ اس کا ایڈریس یہ ہے۔

(www.foh-rabwah.org)

(ایڈمنسٹریٹر)

فضل عمر ہسپتال ربوہ میں اپرنٹس نرسز کی آسامیاں

فضل عمر ہسپتال ربوہ میں نرسنگ کی تربیت کیلئے درخواستیں مطلوب ہیں ایسے احمدی طلباء و طالبات جو خدمت کا جذبہ رکھتے ہوں اپنی درخواستیں مورخہ 10 جنوری 2006ء تک ایڈمنسٹریٹر فضل عمر ہسپتال ربوہ کے نام ارسال کریں۔ درخواستیں صدر صاحب محلہ امیر جماعت کی سفارش کے ساتھ آنی چاہئیں کم از کم تعلیمی معیار میٹرک سائنس فرسٹ ڈویژن ہے اور عمر کی حد زیادہ سے زیادہ 25 سال ہے ان شرائط پر پورا اترنے والے طلباء اور طالبات کا انگریزی کا ٹیسٹ ہوگا کامیابی کی صورت میں زبانی انٹرویو ہوگا نرسنگ کورس تین سال پر محیط ہوگا۔

(ایڈمنسٹریٹر)

سجا کے آنکھوں میں خواب رکھنا

سجا کے آنکھوں میں خواب رکھنا
وفا کے رشتے گلاب رکھنا
فصیلِ شب میں چراغ بن کے
یہ زندگی ماہتاب رکھنا
سجا کے آنکھوں میں خواب رکھنا
یوں عشق کا امتحان دینا
کہ دل کے بدلے میں جان دینا
جو چاند چھونے کی آرزو ہے
تو جستجو لاجواب رکھنا
سجا کے آنکھوں میں خواب رکھنا
ہزار باتیں بنائے دنیا
ہزار دل کو دکھائے دنیا
بھلا کے ساری اذیتوں کو
اُٹھا کے کانٹے گلاب رکھنا
سجا کے آنکھوں میں خواب رکھنا
کبھی زمانے سے چھپ چھپا کے
سکوت شب میں دیا بجھا کے
ہتھیلیوں کو دعا کی شمع
تو آنکھ اپنی چناب رکھنا
سجا کے آنکھوں میں خواب رکھنا
عداوتیں بھی خدا کی خاطر
محبتیں بھی خدا کی خاطر
عداوتیں بس گئی چنی ہوں
محبتیں بے حساب رکھنا
سجا کے آنکھوں میں خواب رکھنا

مبارک صدیقی

اطلاعات و اعلانات

نوٹ: اعلانات صدر/امیر صاحب حلقہ کی تصدیق کے ساتھ آنا ضروری ہیں۔

تقریب شادی

مکرم ملک یوسف سلیم صاحب صدر محلّہ دارالنصر غربی الف ربوہ تحریر کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے خاکسار کے بیٹے مکرم مجید احمد کامران صاحب نائب امیر جماعت احمدیہ فلپائن کا نکاح مکرمہ بشریٰ سعدیہ صاحبہ بنت مکرم محمد اشرف صاحب لاہور سے دس ہزار امریکی ڈالرحق مہر پر مکرم مولانا بشیر احمد صاحب قمر ناظر اصلاح وارشاد تعلیم القرآن نے 3 دسمبر 2005ء کو بیت اقبال ربوہ میں بعد نماز ظہر پڑھایا۔ اسی روز چار بجے شام گوندل بینکوئیٹ ہال دارالفضل ربوہ میں تقریب رخصتی عمل میں آئی۔ محترم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب ناظر اعلیٰ و امیر مقامی نے دعا کروائی 4 دسمبر کو اسی بینکوئٹ ہال میں ولیمہ کا انتظام کیا گیا۔ اس موقع پر مکرم راجہ نصیر احمد صاحب ناظر اصلاح وارشاد نے دعا کروائی۔ احباب جماعت سے دعا کی درخواست ہے کہ خدا تعالیٰ اپنے فضل سے یہ رشتہ ہر لحاظ سے بابرکت فرمائے اور ثمرات حسنہ سے نوازے۔

نکاح

مکرم میاں قمر احمد صاحب دارالفضل شرقی ربوہ تحریر کرتے ہیں کہ میرے چھوٹے بھائی مکرم میاں مظہر احمد صاحب ولد مکرم میاں لطیف احمد صاحب مرحوم کا نکاح محترمہ منزہ حمید صاحبہ ولد مکرم چوہدری عبدالحمید صاحب آف کلاس والا سے مورخہ 10 نومبر کو بعد نماز عصر بیت المہدی میں مکرم مولانا دوست محمد شاہد صاحب نے پڑھایا اور دعا کروائی اس کے بعد مورخہ 12 نومبر کو رخصتانہ کی تقریب منعقد ہوئی 13 نومبر کو ربوہ میں دعوت ولیمہ کا اہتمام کیا گیا جس میں مکرم ڈاکٹر عبدالخالق خالد صاحب نے دعا کروائی احباب جماعت سے دعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ یہ رشتہ دونوں خاندانوں کیلئے ہر لحاظ سے بابرکت کرے اور دینی اور دنیاوی حسنات سے نوازے۔ آمین

ربوہ میں وقار عمل

☆ 16 دسمبر بروز جمعہ بعد نماز فجر ربوہ کے تمام محلوں میں اجتماعی وقار عمل ہوگا جس میں انصار، خدام اور اطفال شریک ہوں گے۔ لجنات گھروں کی صفائی کریں گی۔ اس روز ربوہ کو ایک غریب دلہن کی طرح سجادیا جائے۔ (صدر عمومی)

اعلان داخلہ

بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد نے درج ذیل پروگرامز میں داخلے کا اعلان کیا ہے۔ (i) ایم اے ایجوکیشن (خواتین کیلئے صبح کا پروگرام) (ii) ایم اے ایجوکیشن (مردوں کیلئے شام کا پروگرام) (iii) ایم اے سیاسیات، انٹرنیشنل ریلیشنز (خواتین کیلئے صبح کا پروگرام) (iv) ایم ایڈ (شام مرد وخواتین) (v) بی ایڈ (صبح مرد وخواتین) داخلہ فارم جمع کروانے کی آخری تاریخ 31 دسمبر 2005ء ہے جبکہ داخلہ ٹیسٹ اور انٹرویو مورخہ 7 جنوری کو ہوگا۔ مزید معلومات کیلئے روزنامہ جنگ مورخہ 11 دسمبر 2005ء ملاحظہ کریں۔

بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد نے یکم فروری 2006ء سے شروع ہونے والے نئے سیشن میں مندرجہ ذیل ڈگری پروگرامز میں داخلے کا اعلان کیا ہے۔ (i) ایم ایس سی اکنامکس (مارننگ) ایم ایس سی اکنامکس اینڈ فنانس (ایوننگ) درخواستیں وصول کرنے کی آخری تاریخ 7 جنوری 2005ء ہے۔ مزید معلومات کیلئے روزنامہ جنگ مورخہ 11 دسمبر 2005ء ملاحظہ کریں۔ (نظارت تعلیم)

درخواست دعا

مکرم انعام الرحمٰن شاکر صاحب معلم اصلاح وارشاد مقامی ربوہ تحریر کرتے ہیں کہ خاکسار کی والدہ محترمہ مریم بی بی صاحبہ زوجہ مکرم محمد اسحٰق صاحب وڑائچ خانہ میانوالی ضلع نارووال کچھ عرصہ سے بلڈ پریشر، دل ومعدہ کے امراض کی وجہ سے بیمار ہیں آجکل فضل عمر ہسپتال کے آئی سی یو میں زیر علاج ہیں ہوسکتا ہے آپریشن کی ضرورت پڑے۔ تمام احباب جماعت سے خصوصی درخواست دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ والدہ صاحبہ کو صحت کامل عطا فرما کر پریشانیوں سے نجات دے۔ اور تازندگی صحت بحال رکھے۔ آمین

ولادت

مکرم ندیم احمد صاحب علوی تحریر کرتے ہیں کہ میرے بھائی مکرم تنویر احمد صاحب علوی کو اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے 10 دسمبر 2005ء کو پہلی بیٹی سے نوازا ہے بچی وقف نو کی بابرکت تحریک میں شامل ہے حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ نے ازراہ شفقت صبا تنویر نام عطا فرمایا ہے۔ نومولودہ مکرم شریف احمد صاحب علوی مربی سلسلہ (ر) کی پوتی ہے احباب کرام سے بچی کے نیک صالحہ اور والدین کیلئے قرۃ العین ہونے کیلئے درخواست دعا ہے۔

پبلشر آغا سیف اللہ، پرنٹر سلطان احمد ڈوگر مطبع ضیاء الاسلام پریس مقام اشاعت دارالنصر غربی چناب نگر (ربوہ) قیمت -/4 روپے

سیدنا حضرت مسیح موعود کے رفیق

حضرت سیٹھ عبدالرحمٰن صاحب مدراسی کی آپ بیتی

اس سراپا محبت و اخلاص نے طویل تلاش کے بعد منزل پالی

قسط دوم آخر

غرض اس کے بعد میں ہمیشہ تفکرات کے دریا میں ڈوبا رہا۔ اور زندگی گویا تلخ معلوم ہوتی تھی ۔ ایک طرف تو معاملہ کی کچھ ایسی حالت دوسری طرف کچھ اپنی سیہ کاریاں اور تیسرا یہ کہ جس پہلو کو ایک راحت کا موجب سمجھ کر اختیار کیا جاتا تو وہاں سے بجز نفاق اور بداندیشی کے کچھ نظر نہ آیا۔ وہ راحت جس کو حاصل کرنا مقصود کرتا وہ تو رہی ایک طرف باقی رنج پہلے سے دوچند ہوگیا۔ غرض میں سچ سچ عرض کرتا ہوں کہ ایسی حالت دیکھ کر میں موت کو زندگی پر ترجیح دیتا تھا اور کسی وقت میں اپنی سیہ کاریوں کے تصور میں رو پڑتا تھا اور اپنے آپ کو بدترین مخلوق سمجھتا تھا اور باقی میری طبیعت میں غیر کا لحاظ ابتدائے عمر سے چلا آیا ہے وہ آخیر تک رہا۔ کسی کو بھی کسی قسم کا آزار پہنچانا میں بڑا خطرناک سمجھتا تھا۔ اور اللہ تعالیٰ سے اکثر اس امر کی توفیق طلب کرتا تھا کہ وہ مجھے کسی کے آزار کا موجب نہ بناوے۔ غرض اسی حالت میں میرے بھائی حاجی ایوب فوت ہوگئے ۔ جن کا مجھے بہت رنج ہوا اور عبرت بھی ہوئی۔ ان کے بعد میرا چھوٹا بھائی زکریا بیمار ہوا۔ وہ بڑے بھائی تو گویا الگ ہو چکے تھے مگر زکریا میرے ساتھ تھے ۔ بمبئی میں ان کی عزت ہر اک طرح سے اچھی تھی ۔ تجارتی کاروبار میں مالی تائید ان سے ہی ملتی تھی ۔ اب ان کا بیمار ہونا دو طرح کا رنج کا باعث ہوگیا جس کے سبب سے بڑی پریشانی رہا کرتی تھی اور یہ قریب قریب وہی زمانہ ہے جس میں میں نے دو لاکھ روپے کے خسارہ کا ذکر کیا ہے ۔ غرض جب ان کی علالت زیادہ ہوگئی تو میں نے بنگلور میں ایک مکان خریدا۔ اور تبدیل آب و ہوا کے لئے ان کو یہاں لے آیا۔ ہر ہفتہ میں دو دن ان کے پاس رہتا اور باقی دن مدراس میں۔

دوسرے افکار کا بوجھ جو اس وقت میرے سر تھا اس کا ذکر میں کچھ نہیں کرتا۔ غرض ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ میں جمعہ کی شام کو مدراس سے چل کر ہفتہ کی صبح کو بنگلور پہنچا اور بھائی کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ ایک منشی صاحب بھی اس وقت پاس بیٹھے تھے ۔ ادھر ادھر کی بات چیت ہو رہی تھی اور موجودہ زمانہ کی حالت زار کا ذکر ہو رہا تھا اور اسی اثنا میں میرا چھوٹا بھائی محمد صالح جو ایک روز پہلے سے بنگلور آیا ہوا تھا۔ وہاں آ گیا۔ اور ایک کتاب بھی ساتھ لایا۔ اور وہ یوں کہنے لگا کہ یہ کتاب مجھے سیالکوٹ (پنجاب) سے غلام قادر فصیح نے بھیجی ہے اور قابل پڑھنے اور سننے کے ہے۔ یہ کہہ کر انہوں نے اس کو پڑھنا شروع کیا۔ اور وہ کتاب حضور اقدس کی پہلی کتاب دعویٰ مسیحیت اور مہدویت کے بعد کی تھی جس کا مبارک نام فتح اسلام ہے۔ غرض اس کتاب کے کوئی دو دو ورق پڑھنے کے بعد میرے دل پر اس قسم کا اثر ہوا۔ میں اس کو بیان نہیں کر سکتا مگر میرے بیمار بھائی زکریا مرحوم نے اسی وقت ایک جوش کے ساتھ باآواز بلند کہہ دیا کہ خدا کی قسم یہ بے شک وہی ہیں اور ان کا کلام اس کی پوری پوری شہادت دے رہا ہے۔ غرض ان کے اس کہنے پر میں اور وہ منشی صاحب بھی میرے ساتھ ہم آواز ہو گئے کہ بے شک یہ کلام کوئی نرالا اثر دل پر کر رہا ہے اور پھر دیر تک اس کو سنتے رہے یہاں تک کہ اول سے آخر اس کو پورا سن لیا اور مجھے حضور کی طرف پورا پورا یقین ہو گیا مگر مسیحیت کے دعویٰ پر کچھ تعجب سا رہا اور اس کے ساتھ خیال بھی رہا کہ مسیح کیلئے تو یہ کہا جاتا ہے کہ وہ زندہ آسمان پر موجود ہے اور پھر اپنے وقت پر وہاں سے نزول فرماویں گے اور کسی طرح کا اس میں اختلاف نہیں۔ غرض اس وقت یہ فیصلہ کیا کہ خواہ کچھ ہی ہو مگر کتابیں تو سب منگوا کر دیکھنی چاہئیں اور اس طرف مرحوم بھائی کا بار بار یہ کہنا کہ یہ بے شک اپنے قول میں صادق ہیں اور بہت جلد لوگوں پر یہ امر کھل جاوے گا حالانکہ ان کی بہت ہی کم استعداد تھی مگر جیسا کہ میں نے اوپر ذکر کیا ہے بڑے ہی ذکی الطبع تھے اور ان کی طبیعت پیرزادوں سے ہمیشہ متنفر رہا کرتی تھی یہاں تک کہ اگر کبھی مجھے کسی سے ملتے ہوئے دیکھ لیتے تھے تو صاف کہہ دیتے تھے کہ آپ کو ان سے ہمیشہ دور رہنا چاہئے ان کی صحبت میں کبھی خیر نہیں ۔ لیکن حضور اقدس کی کتاب کو سنتے ہی ان کا یقیناً قبول کر لینا ان کی کمال فراست کی پوری دلیل تھی ۔ غرض میں دوسرے دن مدراس کو روانہ ہوا اور یہاں پہنچ کر سب کتابوں کیلئے خط لکھوائے اور جس کسی سے ملاقات ہوتی ان سے یہ تذکرہ کرتا اور پھر ساتھ ہی موجودہ وقت کی ہر قسم کی برائیوں کی طرف ان کی توجہ دلاتا اور اس وقت تک میری نظر مسلمانوں ہی تک محدود تھی یعنی ہر طبقہ کے مسلمانوں کی ہی حالت پر میری نظر تھی جس کے مشاہدہ سے ہمیشہ دل کو درد پہنچتا تھا۔

جب کبھی عام مفید کام کیلئے جلسہ ہو جاتا تو پھر جو چند حضرات موجود ہو جاتے تھے ان کی صورت اور سیرت طرز گفتگو اور پھر ایک دوسرے کو باہم دیکھا جاتا۔ اس کی بابت ذکر کروں تو شاید طول ہوتا ہے مگر مختصر الفاظ اس کے یہ ہیں کہ پوری پوری ...... ثابت ہو جاتی تھی ۔ یعنی جس غرض کیلئے جلسہ کیا وہ تو ناتمام اور تمام ہو بھی کس طرح جب ایک دوسرے کی رائے کے تابع ہونے کو ایک سبکی اور ذلت کا بموجب سمجھا جاتا ہو آخری جو کچھ کہ اس جلسہ سے نتیجہ حاصل ہوتا وہ یہی کہ دو چار صاحبوں میں تو ضرور ہمیشہ کیلئے نفاق پڑ جاتا اور باقی بھی ایک دوسرے پر ضرور کچھ نہ کچھ الزام لگائے بغیر خالی نہ رہتے۔ غرض جو صاحب یا صاحبان اس جلسہ کے بانی ہوتے ان کو بجز خفت کے کچھ حاصل نہ ہوتا اور پھر ہمیشہ کے لئے شائد دل میں عہد کر لیں کہ آئندہ کبھی ایسی بے جا حرکت نہ کریں گے۔ غرض یہ اس قسم کی مجلسیں تھیں جن میں ہر قسم کے اور طائفہ کے لوگ جمع ہو جاتے تھے۔ عالم مولوی خاندانی بیوپاری نوکری پیشہ زمیندار وغیرہ وغیرہ ۔ گویا سب قسم کے لوگوں کا مجموعہ ہوتا ہے اور ہر ایک قسم کی طبیعتوں کا اور اخلاق کا خوب پتہ مل جاتا تھا۔ یہ تو عام مفید کاموں کے جلسہ کا حال ہوا۔ اب خاص خاص قسم کے لوگوں کے جلسے اور تقریبات کا حال جس کا مجھے تجربہ ہے لکھنے بیٹھوں تو بہت طول ہوتا ہے ۔ اس لئے صرف ہماری تجارت پیشہ لوگوں کا ہی مختصر حال لکھتا ہوں کہ مجھے ہمیشہ سے یہ آرزو رہی کہ زیادہ نہیں صرف دو مسلمان تاجروں کے کسی تجارت کے کام میں اتفاق اور ایک دلی سے کام کرتے دیکھوں جس سے وہ نتیجہ جو اتفاق کے لئے لازمی ہے ان کو حاصل ہوا ہو۔ لیکن یہ میری آرزو ناتمام ہی رہی۔ یوں تو بہتوں کو اتفاق کرتے دیکھا اور انجام اس کا ایک تھوڑے ہی عرصہ کے بعد بدنظر آیا۔ کہیں تو کورٹ کچہری میں خراب ہوتے دیکھا اور کہیں ہمیشہ کیلئے عداوت اور کہیں ہمیشہ کیلئے آپس میں کمپٹیشن پڑ گیا اور دونوں کو خراب کر دیا۔ غرض اس طرح کے بہت تجربے اور مشاہدے کے بعد میرا یہ دستور ہو گیا تھا کہ جہاں کہیں کسی امر کے متعلق بھی ہو مسلمانوں کی مجلس ہوتی تو پہلے اس مجلس میں یہ دعویٰ سے میں یہ کہہ دیتا تھا کہ مجھے ایک مدت دراز سے یہ آرزو ہے کہ مسلمان اپنی مجلس میں کامیاب ہوتے ہوئے دیکھوں ۔ مگر میری یہ آرزو پوری نہ ہوئی اور میری یہ عادت مدراس تک ہی محدود نہ تھی ۔ جہاں کہیں جانے کا اتفاق ہوتا تھا۔ یعنی بمبئی ۔ بنگلور۔ مدراس نیلگری ہر موقعہ پر ضرور یہ میں کہہ دیتا تھا ۔......غرض اسی حالت میں حضور کی کتاب فتح اسلام کو میں نے سنا اور اندر کا اندر ہی میں باغ باغ ہوگیا۔ بالآخر خدا نے ایک کو کھڑا ہی کر دیا...... یہ میری اندرونی حالت تھی اور میرے مرحوم بھائی نے تو گویا باآواز بلند شہادت بھی دے دی۔ اور الحمد للہ و المنۃ کہ خدائے تعالیٰ نے ویسا ہی ثابت کر دکھایا اور باغ...... میں دوبارہ گئی ہوئی بہار اور رونق آتی چلی ہے غرض اس موقع کے بعد کتابیں بھی آ گئیں اور اس کے پڑھنے سے کچھ کچھ فہم بڑھتا گیا اور مدراس میں چرچا بھی ہوتا چلا۔ جو یک بیک ایک اخبار آزاد نام لکھنؤ سے شائع ہوتا تھا۔ اس میں یہ لکھا ہوا دیکھا کہ میرزا قادیانی ...... اپنے دعویٰ مسیحیت سے دستبردار ہو گئے۔ اس لئے اب پھر ان کی عزت وہی قائم رہ گئی جو اس دعویٰ کے قبل تھی۔ یہ مضمون تھا عبارات میں کچھ فرق ہوگا مگر اس کے پڑھنے سے میرے پر جو صدمہ گزرا اور رنج ہوا اس کو خدا ہی جانتا ہے اور ابھی تک میں اس کو بھولا نہیں غرض اس کے بعد میں نے جب حضور کی کتابیں ایک طرف ڈال دیں اور ایسی چالوں سے اور اداسی میرے پر چھا گئی کہ کچھ نہیں لکھ سکتا۔ باوجود اس کے بھی ہونے سے صدہا لوگوں کو میں نے گویا یہ خوشخبری پہنچائی تھی اور اب گویا اس کے خلاف اخباروں میں شائع ہو گیا ہے۔ غرض اس مضمون کے دیکھنے کے بعد دوسرے یا تیسرے دن بمبئی سے میرے بھائی کا تار آیا اور میں روانہ ہو گیا اور وہاں اپنے ایک دوست سے افسوسناک دل سے میں نے یہ تذکرہ کیا تو انہوں نے کہا کہ وہ تو اپنے دعویٰ پر قائم ہیں۔ چنانچہ ان کے ایک خاص مرید یہاں آئے ہوئے ہیں اور ان کی زبانی مجھے یہ سب کچھ معلوم ہوا ہے۔ اب اس موقعہ پر مجھے جو خوشی ہوئی گویا اس رنج سے دوچند زیادہ تھی اور وہ مرید گویا ہمارے شیخ رحمت اللہ صاحب تھے جن سے دوسرے روز میری ملاقات ہوگئی اور مفصل حالات بھی معلوم ہوئے اور کتاب آئینہ کمالات اسلام کی خبر پا کے انہیں کو میں نے جلد وی پی مدراس کے پتہ روانہ کرنے کیلئے فرمائش دی اور میں مدراس واپس گیا۔ اس وقت یہ کتابیں پہنچ گئی تھیں ۔ غرض پھر اسی طرح سے میں اس کا چرچا کرتا رہا اور سلطان محمود صاحب اور ان کے برادر زادہ اپنی جگہ پر باہم اس بارے میں بحث کرتے تھے اور آخر وفات ...... پر دونوں کا اتفاق ہو گیا اور سلطان محمود صاحب نے مجھے خط لکھا اور حضور کی کتابوں کی خواہش ظاہر کی۔ اس خط کے طرز تحریر سے یہ پتہ لگ گیا کہ حضور کی جانب ان کا حسن ظن ہے۔ غرض میرے پاس جو کتابیں موجود تھیں وہ تو بھیج دیں ۔ اور آئینہ کمالات اسلام ایک مولوی کو دی تھی ان سے لینے کو لکھ دیا اور پھر میں نے ملاقات کی اور میرے سے زیادہ ان کا میلان حضور کی طرف پایا۔ اور اس وقت تک وفات عیسیٰ پر

مجھے کامل یقین نہ ہوا تھا............غرض ان کا حضور کی طرف رجوع کرنا بڑی تقویت کا باعث ہوگیا۔ اور قلیل عرصہ میں ایک چھوٹی سی جماعت تیار ہوگئی ہے اور شہر میں زور شور کے ساتھ اس کی شہرت ہونے لگی۔ ...... حضور کی طرف کمال درجہ کا یقین بڑھتا گیا۔ یہاں تک کہ حضور کی خدمت میں خط لکھا گیا اور جس قدر لوگ اس وقت تک اس سلسلہ میں شریک ہوئے تھے ان سب کے دستخط لئے گئے۔......ضرورت امام پر میرا یقین بڑھتا گیا اور حضور کی زیارت کا شوق دن بدن بڑھنے لگا۔ اور اس فکر میں ہوا کہ کوئی رفیق مل جائے تو روانہ ہوآؤں۔ وہاں کے ایک مولوی جن سے زیادہ تعلق تھا اور جو بظاہر منافقانہ طریق پر ملتے جلتے بھی تھے مگر باطن میں پورا دشمن تھا جس سے میں اب تک ناواقف تھا۔ ان کو ساتھ لانے کی صلاح ہوئی۔ وہ ترملکھڑی کی جامع میں رہتے تھے جہاں میں گاڑی پر سوار ہوکر گیا اور حاجی بادشاہ صاحب کے مکان پر جو وہ بھی اندرونی احاطہ مسجد ہی میں واقع ہے ملاقات ہو گئی۔ اور مذکور بادشاہ صاحب وہاں کے ایک مشہور اور نامی تاجر ہیں۔ ان مولوی صاحب نے ہماری مخالفت اختیار کرنے کے بعد وہاں اپنے قدم جمانے شروع کر دیئے یہ بادشاہ صاحب بھی اگرچہ سخت مخالف تھے لیکن چونکہ قدیم سے ان کے بزرگوں کے ساتھ میرا کمال درجہ کا ارتباط تھا۔ اس لئے بظاہر ان سے وہی سلوک قائم تھا اور اب تک بھی باقی ہے۔ وہاں مولوی صاحب سے میں نے کہا کہ سب سے بہتر یہی بات ہے کہ تم میرا ساتھ دو اور میں آپ کے ہر قسم کے اخراجات کا کفیل اور ذمہ دار ہوں جو کچھ امتحان کرنا ہے وہاں جا کر کیا جاوے۔ اس میں بڑے بڑے فائدے ہیں۔ روبرو جا کر جو چاہیں پوچھ سکتے ہیں۔ اس سے خلق کو بھی فائدہ پہنچے گا۔ کیونکہ آجکل جو طوفان بدتمیزی پھیل رہا ہے اسی سے خلق اللہ کو نجات ہوگی اور میں نے آپ کو اس لئے تجویز کیا ہے کہ بظاہر آپ کے مزاج میں حق پسندی ہے اور تمہارے طالب علمی کے زمانہ سے میرا یہ حسن ظن ہے۔ پس آپ تیار ہو جائیں جمعہ کے دن یہاں سے روانہ ہو جائیں گے مگر ان کو یہ کب منظور تھا۔ ان کو مخالفت میں اس وقت صریح فائدہ نظر آ رہا تھا۔ غرض انہوں نے انکار کر دیا اور واپس چلا آیا۔ اسی خیال میں تھا کہ مولوی حسن علی صاحب مرحوم یاد آ گئے اور وہ ان دنوں مدراس آنے والے بھی تھے کیونکہ انجمن کی طرف سے سالانہ جلسہ کی دعوت ان کو ہوئی تھی اور انجمن کے دراصل بانی وہی ہی تھے۔ لیکن اتفاق ایسا ہوا کہ بھاگلپور سے مولوی صاحب نکل چکے تھے اور یہاں دو مہینے کے لئے جلسہ ملتوی ہوگیا اس لئے مجھے یہ موقعہ خوب ہاتھ آیا اور فی الفور میں نے بمبئی کی اپنی دکان پر تار دی کہ مولوی صاحب کو ٹھہراؤ۔ اور میں آتا ہوں۔ یہ تار دے کے میں بنگلور گیا اور رات کو اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ میں ارادہ کر چکا ہوں اب تو عالم الغیب اور بہتر جانتا ہے میرے لئے جو بہتر ہے وہ مہیا کر۔ صبح کو حسب معمول ناشتہ کر کے گھر سے باہر چبوترہ پر آ کر بیٹھا کہ اسی وقت ڈاک والا آ گیا اور اس نے ایک چٹھی اور اس کے ساتھ ایک رسالہ الحق دیا۔ میں نے اس رسالہ کو کھولا تو میری نظر سب سے پہلے اس ہیڈنگ پر پڑی جو ''بھاری بشارت'' سے موسوم تھا اور مضمون اس کا جھنڈے والے پیر صاحب کا واقعہ اور خلیفہ اور عبداللطیف اور عبداللہ عرب کا حضور اقدس میں حاضر ہونے کا تھا۔

غرض اس کے بعد میرا عزم مصمم ہوگیا اور اسی روز شام کو مدراس اور دوسرے روز مدراس سے بمبئی روانہ ہوگیا اور مولوی حسن علی صاحب سے ملاقات ہوئی اور چلنے کی بابت گفتگو ہوئی مولوی صاحب مرحوم نے حق مغفرت کرے جواب میں یہ فرمایا کہ میں آپ کا ساتھ دینے کیلئے تیار ہوں۔ مگر ایک شرط ہے میں نے کہا وہ شرط فرمایئے۔ انہوں نے کہا کہ اس سفر میں جب تک آپ کا اور ہمارا ساتھ ہے۔ آپ نماز کی پابندی ملحوظ خاطر رکھیں۔ بس یہی پہلی شرط ہے جس کو میں نے شکریئے کے ساتھ قبول کیا۔ دوسرے روز علی گڑھ روانہ ہوگئے اور وہاں کے حالات پر غور کیا گیا تو یہ ایک دوسری دلیل ضرورت امام کیلئے ہاتھ آ گئی۔ یعنی دو نمونے دیکھے ایک تو اسٹریچی ہال جس میں یورپین انداز وضع کا نقشہ تھا جو زبان حال سے کہہ رہا تھا کہ جو یہاں داخل ہوگا وہ ضرور ایک نہ ایک دن یورپین انداز کا جنٹلمین ہو جائے گا۔ اور دوسرا نمونہ مسجد کا دیکھا۔ جس کی ظاہری صورت یہ تھی کہ ایک دو پھٹے پرانے بوریئے اور دو چار ٹوٹے پھوٹے لوٹے گویا زبان حال سے اس کا یہ مضمون ادا ہو رہا ہے کہ جو میری طرف رکوع و سجود کے لئے مائل ہوگا اس کی بساط پھٹے بوریئے اور پھوٹے ہوئے لوٹے کے سوا آ گے وہی یعنی اللہ اللہ خیر صلاّ۔ غرض یہ دونوں نظارے ایک عبرت لینے کے باعث میرے لئے ہوئی۔ پھر وہاں سے سیدھا قادیان شریف کا ارادہ ہوا۔ ہمارے مولوی صاحب نے بہت کچھ فال قرآن میں دیکھے اور استخارے بھی کئے غرض ہر ایک پہلو پر بھی ان کو جواب ملا کہ چلے چلیئے۔ غرض روانہ تو ہوگئے مگر مولوی صاحب کا شروع سے آخیر تک یہی بیان رہا کہ مرزا صاحب بڑے نیک آدمی ہیں۔ مگر ان کا یہ دعویٰ ان کی ظاہری وجاہت سے بہت کچھ بڑھا ہوا ہے۔

میں اس کے جواب میں کہتا تھا کہ اب جو کچھ ہے وہاں پہنچ کر ہی ہوگا۔ جب امرتسر پہنچے تو وہاں مولوی محمد حسین کا کوئی چیلا ہم کو مل گیا اور اس نے مولوی صاحب کو بہت کچھ روکا اور بابو محکم الدین صاحب کی کوٹھی تک ہمارا پیچھا نہ چھوڑا اور بلائے بد کی طرح لگا رہا اور وہاں پہنچ کر بھی مولوی صاحب تو ان کو نرم نرم جواب دیتے رہے اور وہ زیادہ گستاخ ہوتا چلا یہاں تک کہ آخر مولوی صاحب نے میرے پر حوالہ دے کر اپنی جان چھڑائی۔ جب وہ میری طرف ہوا تو میری دو ہی جھڑکیوں سے گھبرا گیا اور پھر بیٹھ نہ سکا یعنی دفع ہوگیا۔ غرض شب ہم نے گزاری اور صبح کو بٹالہ کی راہ لی اور وہاں پہنچے تو وہاں بھی ایک سدراہ ہوا مگر زیادہ جرأت نہ کر سکا اور ہم وہاں سے یکوں میں بیٹھ کر روانہ ہوئے۔ اور جوں جوں دارالامان سے نزدیک ہوتے گئے ویسے ہی دل پر ایک اثر ہوتا گیا۔ یہاں تک کہ دارالامان کا نظارہ نظر آنے لگا اور جامع ...... مجھے ایک بقعہ نور نظر آتی تھی۔ اس سال بارش کثرت سے ہوئی تھی اس لئے پہنچنے میں دیر ہوئی۔ جب یہاں پہنچے تو میری اپنی یہ حالت تھی کہ ذوق اور محبت سے بھر گیا تھا اور عجیب و غریب لذت اپنے اندر محسوس کر رہا تھا۔ غرض ہم قادیان پہنچے اور مولانا مولوی نورالدین صاحب کے مدرسہ اور مطب کے پاس یکے کھڑے ہو گئے اور ہم دونوں اتر پڑے۔ غروب آفتاب کا وقت تھا۔ مولوی حسن علی صاحب نے نورالدین صاحب سے مجھے تعارف کرایا۔ اور میں ان سے مصافحہ کر کے پاس بیٹھ گیا اتنے میں کسی نے آ کر خبر دی کہ وہ نیا مکان جو تیار ہوا ہے اس میں ان مسافروں کا اسباب بھیج دو۔ مولوی حسن علی صاحب اسباب کے ہمراہ اس مکان کو تشریف لے گئے اور میں نماز عصر پڑھ کر مولوی نورالدین کی خدمت میں بیٹھا ہی تھا کہ ایک شخص نے آ کر خبر دی کہ حضرت اس نئے مکان میں آ کر جلوہ فرما ہوئے ہیں۔ تو میں یہاں سے اٹھا اور جلد اس مکان میں داخل ہوا اور میری نظر چہرہ مبارک پر پڑی۔ میں حلفاً گزارش کرتا ہوں کہ حضور کا سراپا اس وقت ایک نور مجسم مجھے نظر آیا اور میں آنکھ بند کر کے حضور کی دست بوسی کرنے لگا اور جوش محبت کے ساتھ میری آنکھوں سے آنسو نکل پڑے اور حضور اس کے بعد کمال مہربانی اور شفقت سے احوال پرسی فرماتے رہے اور میرا حال یہ تھا کہ اندر ہی اندر مولوی حسن علی صاحب کو ملامت کرتا تھا کہ انہوں نے حضور کی ظاہری وجاہت کیا بتلائی تھی اور یہاں کیا کچھ نظر آ رہا ہے اور منتظر تھا کہ حضور یہاں سے تشریف لے جائیں تو ان کی خبر پورے طور سے لوں۔ یہ میرا خیال ہو چکا اور حضور اقدس و اشرف بھی اسی وقت اندر تشریف لے گئے اور جونہی میں مولوی حسن علی صاحب سے مخاطب ہوا۔ انہوں نے بلند آواز سے اللہ اکبر کہا اور فرمایا کہ خدا کی قسم یہ وہ مرزا نہیں جن کو کچھ برس پہلے میں نے دیکھا تھا یہ تو کوئی اور ہی وجود نظر آ رہا ہے غرض کہ ظاہری وجاہت میں بھی حضور کی بہت کچھ ترقی انہوں نے بیان فرمائی اور اسی وقت کہہ دیا کہ بے شک اب یہ وہی نظر آ رہے ہیں جس کا ان کو دعویٰ ہے اور مجھے کہا کہ بے شک تم بیعت کر لو۔ چونکہ میں نے اپنی بھی ان سے غرض بتائی تھی کہ فقط اس لئے آپ کو ساتھ لیتا ہوں کہ موقع پر آپ مجھے نیک اور میرے مناسب مشورہ دیں۔ پس اسی طرح انہوں نے فی الفور کہہ دیا اور میری اندرونی حالت یہ تھی کہ اگر ایک نہیں ہزار دفعہ بھی اس کے خلاف اگر وہ مشورہ دیتے تو میں حلقہ بگوش ہوئے بغیر اس مبارک آستانہ سے جدا نہ ہوتا۔ مگر فی الفور مولوی صاحب نے مجھے میری دلی آرزو کے مطابق کہہ دیا لیکن ان کا خاص ارادہ بالکل اس امر پر نہ تھا ان کیلئے سب ہمارے مدراسی بھائیوں کی یہ رائے تھی۔ اگر مولوی صاحب کی مرضی بھی آ جائے پھر بھی مصلحت کو ہاتھ سے نہ چھوڑیں چونکہ اس وقت کی مخالفت بڑی سخت تھی اور مولوی صاحب سے ابھی وہاں بہت کچھ ہونا باقی تھا اس لئے میں خود اس وقت اس امر کے مخالف تھا مگر مولوی صاحب پہلے ہی نظارہ میں زخمی ہو گئے تھے۔ اس لئے وہ بجائے خود بڑی تشویش میں پڑ گئے اور استخاروں پر استخارہ کرنے لگے اور فرماتے تھے کہ مجھے کچھ پتہ نہیں لگتا کہ میں کیا کروں۔ تو اس کے جواب میں ان کو وہی کہتا تھا جو تمام احباب کی رائے تھی جس کا میں نے اوپر ذکر کیا ہے مگر وہ ان کے خلاف مرضی ہوتی تھی اور پھر استخاروں کی طرف جھک جاتے تھے اور مجھے بھی روک رکھا تھا۔ غرض چارشنبہ کے دن بعد نماز صبح اپنی عادت کے موافق چادر اوڑھ کر سو گئے اور چند منٹوں بعد جیسا کہ ان کی عادت تھی اٹھے اور فرمایا کہ مجھے یہی جواب ملا ہے کہ مولوی نورالدین صاحب کے مشورہ پر عمل کرو۔ غرض اسی وقت حضرت مولانا مولوی صاحب کو تشریف آوری کے لئے پیغام بھیجا اور حضرت مولانا کے اظہار کے بعد میری طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ آپ تو شاید بیعت کر چکے۔ جواباً میں نے عرض کیا کہ مولوی صاحب نے مجھے روک رکھا ہے اس کو سن کر مولانا نے فرمایا کاش تم نے معاً کر لی ہوتی تو اب تک اس کا کچھ نہ کچھ اثر بھی محسوس کر لیتے اور پھر مولوی صاحب سے کہا پوچھتے کیا ہو؟

غرض مولوی صاحب کے مشورہ کے بعد یہی صلاح ٹھہری کہ کل شب جمعہ ہے اور ہم دونوں بیعت کریں گے اور جمعہ پڑھ کر شنبہ کو روانہ ہو جائیں گے۔ کیونکہ حضور نے وہی دن روانگی کا مقرر فرمایا تھا اس کے بعد مولوی حسن علی صاحب کا یہ حال تھا کہ بار بار فرماتے تھے کہ شب جمعہ تو کل ہے اس سے ان کا مطلب یہ تھا کہ ابھی اس میں دیر ہے اور یہاں اتنی دیر کرنے کی برداشت نہیں ہے۔ غرض اسی روز شام کو یہ عاجز اور مولوی صاحب بیعت سے مشرف ہو گئے۔

اس کے بعد کوئی دو دن ہی ٹھہرنا ہوا اور حضور سے جدا ہو گئے پھرتے پھراتے کوئی ایک مہینے کے بعد مدراس پہنچے اور وہاں حضرت مولوی سلطان محمود صاحب نے بڑا ہی اہتمام فرمایا تھا۔ سٹیشن سے سیدھا میلا پورے گئے اور پرتکلف دعوت دی اور ساتھ ہی اس ناچیز کو ایک اڈریس بھی دیا۔ صدہا مخالف بھی اس وقت جمع تھے میں نے اس اڈریس کے جواب میں کچھ نہ کہا صرف اتنا ہی کہا کہ کل مولوی حسن علی صاحب تشریف لاویں گے اور مجھ سے بدرجہا افضل بھی ہیں جو کچھ ہم نے وہاں دیکھا اور پایا اس کو وہ خوب ادا کریں گے اور بعد جلسہ برخاست ہوگیا اس کے بعد مخالفت کی آگ بہت تیز ہوگئی یہاں اب اس سے غرض نہیں۔ مگر یہ ظاہر کرنا ضروری تھا کہ قبل از بیعت میری حالت کیا ہوئی اور ضرورت امام کس حد تک محسوس ہونے لگی اور پھر حضرت امام کی صداقت پر زمینی اور آسمانی نشان کیا کیا ظاہر ہوئے جن پر توجہ نہ کرنے سے کیا نتائج پیدا ہو رہے ہیں غرض ان باتوں

باقی صفحہ 6 پر

جس وقت یورپ تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا اس وقت مسلم سپین کا تمدن عروج پر تھا

اسلامی دنیا کا تابناک ماضی۔ مسلم ہسپانیہ

مسلم سپین کے تمدن اور علم و فلسفہ نے اہل یورپ کو تاریکی سے نکال کر جدید علوم سے روشناس کرایا

ناصر شبیر صاحب

نوٹ:۔ یہ مضمون رسالہ ''نقوش'' لاہور سالنامہ نمبر شمارہ 140 کی مدد سے تیار کیا گیا ہے۔

یورپ کی حقیقی نشاۃ ثانیہ پندرھویں صدی میں نہیں بلکہ عربوں کے زیر اثر وجود میں آئی۔ یورپ کی نئی پیدائش کا گہوارہ اٹلی نہیں، ہسپانیہ تھا۔

یہ ایک ایسا زمانہ تھا جب یونانی علوم کو عوام کے دل و دماغ کے حصار سے بیگانہ کر دیا تھا۔ حقائق الاشیاء، اسرار کائنات اور ان میں انسان کے کردار کے بارے میں خیالات و تصورات کے الفاظ کی سیاہی صفحۂ قرطاس کی دلدل میں گمنام ہو چکی تھی۔ یونانی مصنفین، ڈرامہ نویس اور فلسفہ کی شاہکار شمعیں جہالت کی اتھاہ تاریکی میں عارضی طور پر ڈوب چکی تھیں۔

سفر پر پہلے بھی کوئی قدغن نہ تھی لیکن بحیرہ روم کا تابناک ساحل یورپ سے رابطے کے لئے معاون بننے کی بجائے رکاوٹ بن گیا تھا۔ اس روشن مینار کی سمت سفر نہ کرنا یورپ کی کم ہمتی اور کم حوصلگی کا نتیجہ تھا۔ احیاء صرف اس صورت میں ممکن ہوا جب یورپ نے خودساختہ بندشوں کو توڑتے ہوئے اپنے کلاسیکی ماضی کی طرف سفر کیا۔ دوسرا رابطہ صلیبی جنگوں کے ذریعے ہوا۔ درج ذیل چند عناوین مسلم دنیا کے تابناک ماضی کو ظاہر کرتے ہیں۔

قرطبہ کا شاہی بازار ''القیصریہ''

قرطبہ کی شاہی منڈی ''القیصریہ'' میں بازاروں کی تقسیم تھی۔ کتب فروش، پارچہ فروش، قصاب اور ماہی فروش۔ زین ساز، پاپوش ساز اور چٹائی بننے والوں کے الگ بازار تھے۔ درزی، بافندے، جوہری، اسلحہ ساز، لوہار اور رنگریز بازار میں کام کرتے تھے البتہ ظروف سازی اور چمڑے کی رنگائی شہر سے باہر ہوتی تھی۔ اعلیٰ قسم کے کپڑے المریہ اور مالغہ سے، ریشم بغداد اور غرناطہ سے، سامان حرب طلیطلہ سے آتا۔ قالین بافی اور چمڑے کے کام کے لئے قرطبہ کی شہرت تھی۔ یہودی سوداگر دور دراز کے ممالک کا سفر طے کر کے گراں قدر و نایاب اشیاء لاتے تھے۔

''زریاب'' کی اندلس آمد

نویں صدی میں معروف مغنی اور موسیقار ''زریاب'' بغداد سے ہسپانیہ آیا اور زریاب کی اس آمد نے بے جان اور مردہ ہسپانوی تہذیب معاشرت میں انفرادیت کے وجود کو جنم دیا اور اس کی جدت طرازی اور نفاست پسندی ذوق لطیف کا معیار ٹھہری۔ موسموں کے تغیرات کی شناسی اور اس کے مطابق لباس کے انتخاب کے لئے اہل قرطبہ کو زریاب کا جدید انداز فکر بے حد پسند آیا۔ موسم سرما میں روئی دار فرغل اور سمور کی ٹوپی، موسم گرما میں ابیض پوشاک اور موسم بہار میں شوخ رنگ کے ریشمی لباس پہننا اہل قرطبہ کا ذوق جدید بن گیا۔ دانتوں کی صفائی کے لئے جڑی بوٹیوں سے تیار کردہ خمیر، مختلف انواع کے کھانے تیار کرنے کے طریقے وضع کئے اور گری دار میوے، شہد اور پھلوں کا آمیختہ جو ہسپانیہ میں Turron اور Membrillo کی یاد دلاتا ہے۔ دسترخوان چننے کے آداب تبدیل کرتے ہوئے پہلے شوربہ، پھر کوئی ہلکی غذا، گوشت کی قاب اور آخر میں میٹھے سے تواضع کرنا زریاب ہی کی ایجاد ہے۔ اسی طرح سونا چاندی کے برتنوں کا مصرف ختم کرتے ہوئے کانچ اور شیشے کے آب خوروں کا استعمال مشترک ہسپانوی وراثت کا حصہ بنا اور یوں زریاب ان مشرقی اثرات کا مظہر ہے جو معاشرے کو متاثر کر رہے تھے۔

زراعت کے شعبے میں ترقی

دسویں صدی میں عرب سیاح ابن ہرقل نے لکھا۔

اندلس کی خوشحالی کی اساس زراعت پر ہے نہروں کا جال بچھا ہے جس کی دیکھ بھال کی جاتی ہے۔ زراعت کے میدان میں مسلمان پیش پیش تھے۔ انہوں نے نارنج، سنگترہ، لیموں، چاول، بینگن، کپاس، کھجور، آڑو، مکئی، انار، خوبانی اور ریشم کے کیڑے یورپ میں متعارف کروائے۔ مشرق میں ترقی یافتہ طریق آبپاشی کا فائدہ اٹھا کر سرزمین اندلس کو گل و گلزار بنایا۔ رومی زمانے کے نظام آبپاشی کو سنوارا اور اس کی توسیع کی۔ زیرزمین پانی کے اخراج کے لئے رہٹ عربوں کی ایجاد ہے۔ ہسپانوی زبان میں رہٹ کے لئے ''لارا'' کا لفظ عربی لفظ ''نعورۃ'' سے ماخوذ ہے۔

زرعی کیلنڈر ''خلیفہ الحکم'' میں منجملہ اور چیزوں کے زراعت کے متعلق تفصیلی معلومات اور راہنما اصول درج ہیں۔ تقویم اندلس رائج زرعی مشقوں اور تجربوں کا خزینہ ہے۔

صنعت و حرفت کا فروغ

صنعت و حرفت میں پارچہ بافی کو بڑا فروغ حاصل ہوا۔ قرطبہ میں کم خواب، ریشم اور ہر قسم کا اونی اور سوتی کپڑا بننے کے 5 ہزار تکلے تھے جس پر 13 ہزار پارچہ باف کام کرتے تھے۔ گھوڑے کے ساز و سامان کے لئے کمربند اور نیام کی تیاری کے لئے قرطبہ، مالقہ اور غرناطہ مشہور تھا۔ اس کے علاوہ قرطبہ کا تیارشدہ چمڑا انتہائی نفیس بنتا تھا۔ یورپ میں چمڑے کا کام کرنے والوں کو قرطبہ کی نسبت "Cordwainer" کا نام دیا۔ طلیطلہ کی تلواریں آلات حرب، چاقو چھریاں اپنی نفاست کے لئے مشہور تھیں۔ اندلس کے کاریگر اور اہل ہنر کا کمال فنون لطیفہ کی حدیں چھوتا تھا۔ دھات کا کام اس حد تک مقبول تھا کہ وینس میں ''مشرقی مکتب'' وجود میں آیا جہاں اطالوی کاریگر مسلم صنعتی فن اور ڈیزائن کی نقالی کرتے تھے۔ سفال گری ایک اہم صنعت تھی۔ متعدد شہروں میں روغنی ٹائلیں، طشتریاں، منقش ظروف اور روغن شدہ مرتبان تیار ہوتے تھے۔ زیبائشی ظروف پر عربی میں ''مالقہ'' لکھا ہوتا تھا جو اطالوی میں "Maolica" ہو گیا۔ ان اشیاء کی نصرانی ممالک میں بے حد مانگ تھی۔ جہاں امراء اور شہزادے انہیں خریدا کرتے تھے۔

انتظامی امور میں استحکام

انتظامیہ کی زیادتیوں کے سدباب اور سرکاری عمال کے خلاف شکایات سننے کے لئے ایک علیحدہ جج تھا جو صاحب المظالم کہلاتا تھا۔ کبھی ایسا بھی ہوتا کہ شکایت کسی اعلیٰ عہدیدار کے خلاف ہوتی اور جج کو گمان گزرتا کہ بارسوخ ملزم کو پیش ہونے میں تامل ہوگا۔ ایسے موقع پر خلیفہ اپنے اختیارات صاحب المظالم کو تفویض کر دیتا اور مغرور گردنیں اس کے سامنے جھکنے پر مجبور ہوتیں۔ بازار کے نظم و نسق اور خرید و فروخت اور تجارت میں بدعنوانی کے سدباب کے لئے صاحب السوق (منتظم) مقرر تھا جو گھوڑسوار ہو کر بازار میں گھومتا اور اوزان کے باٹ، اشیائے فروختنی کا معیار اور قیمت، گوشت کے نرخ اور مسافروں اور سوداگروں کی رہائش کا انتظام اور ان کے مال و اسباب کی نگرانی کرتا اور قانون شکنی پر سزائیں دیتا۔

فن طب کا فروغ

جس وقت یورپ میں بیماری شیطانی لعنت سمجھی جاتی تھی اور ارواح خبیثہ کو بھگانے کے لئے ایک پادری کی ضرورت ہوتی تھی۔ اس وقت اندلس میں طب کی حیثیت ایک سائنس کی تھی۔ ایک طبیب کی تربیت کامل احتیاط سے کی جاتی تھی اور سند کا حصول لازمی تھا۔ غرناطہ کے ممتاز دانشور ابن الخطیب نے چھوت چھات کی بیماریوں پر کام کیا اور تشریح کی کہ کس طور کپڑوں، برتن اور کان کے آویزوں کے ذریعے ایسی بیماریاں دوسروں تک پہنچتی ہیں۔ اندلس میں جڑی بوٹیوں سے علاج کے ماہرین موجود تھے۔ مختلف اصناف کا مشاہدہ کر کے جڑی بوٹیوں کی درجہ بندی کی گئی تھی۔ عربوں نے یونانی علم طب میں تحقیق کر کے گراں قدر اضافے کئے۔ ''مالقہ'' کا ابن بیطار ملکوں ملکوں میں پھر کر گھوما اور جڑی بوٹیوں پر کافی ریسرچ کی ابن بیطار نے 1400 دوائیوں کی فہرست تیار کی۔ اس کام کو عالم اطباء میں کافی پذیرائی ہوئی۔

سائنسی علوم پر تحقیق

ریاضی، علم فلکیات اور طب ایسے سائنسی علوم سے روزمرہ کی زندگی میں سہولت پیدا ہوئی جس کی وجہ سے انہیں یورپ میں مقبولیت حاصل ہوئی۔ ریاضی سے اشیاء کی قیمت متعین کرنے، وراثت کے مسائل طے کرنے اور فاصلہ ناپنے میں مدد ملی۔ الخوارزمی کے ذریعے اعداد و شمار کا نیا طریقہ یورپ تک پہنچا۔

فلکیات میں مسلمانوں کی مہارت کی خبر پورے عالم میں پھیل چکی تھی اور مختلف افرنگ بادشاہ حصول علم کے لئے اندلس کی درسگاہوں کی طرف اپنے عالم بھیجا کرتے تھے۔

طلیطلہ کے دربار سے وابستہ الزرقل نے ستاروں کی گردش کا تعین کرنے کے لئے آلات ایجاد کئے اور اپنے تجربات پر مبنی جدول تیار کی جو ''جدول طلیطلہ'' کے نام سے مشہور ہے۔

جیرار نے جدول کا لاطینی میں ترجمہ کیا ابو قاسم مسلمہ المجریطی ہو یا البطروجی عرب ہیئت دانوں کے کاوشوں کے نتیجہ میں آج یورپی سائنس دانوں نے ستاروں کے نام عربی سے ماخوذ ہیں۔

ناظر Nadir

السمت Zenith

بیت الجوزا Betelgeus

یہ سب نام عربی سے اخذ ہیں۔

ہسپانوی زبان و ادب کا اثر و رسوخ

ہسپانوی زبان و ادب میں بہت سی تشبیہات اور استعارے عربی سے لے لئے گئے ہیں۔ ولندیزی مستشرق رائین ہارٹ ڈوزی نے ہسپانوی زبان کے عربی سے مشتق الفاظ کی لغت تیار کی جس میں نباتات، اثمار، رنگ، کاروبار، تعمیرات، خطابات، الجبرا، طب، کیمیا، حرفت وغیرہ کے متعلق الفاظ ہیں۔

موجودہ ہسپانوی زبان میں 4 ہزار الفاظ کا مآخذ عربی زبان ہے۔ اسی طرح بہت سے اندلسی محاورے اور ضرب المثال قرآن سے ماخوذ ہیں۔ درج ذیل چند الفاظ دلچسپی کے حامل ہیں۔

ہسپانوی	عربی
Almirante	الامیر
Alcohol	الکحل
Limon	لیموں
Almacen	المخزن
Alcaide	القائد
Jasmin	یاسمین
Azaque	زکوٰۃ
Aceituna	زیتون

شعروشاعری کا عروج

مسلم ہسپانیہ میں طربیہ صنف دسویں صدی سے مقبول تھی جس کا اظہار کلاسیکی شاعری میں ہوا اور یہی شاعری جنوبی فرانس کے طربیہ شاعروں کے لئے ماڈل تھی۔ فرانسیسی کا لفظ "Tourbadour" عربی کے طربہ سے ماخوذ ہے جس کے معنی وفور جذبات اور تفریح کے ہیں۔ طربیہ شاعری کا نفوذ گیارھویں اور بارھویں صدی میں جنوبی فرانس میں ہوا۔ جہاں ترانہ سرا بیک وقت شاعر اور سازندے تھے۔ ان کا ہم عصر قرطبہ کا ابن قزمان تھا۔ ابن قزمان کی نظمیں سادہ زبان میں ہیں۔ ہجر کا رنج والم، ناکام محبت کا شکوہ اور نارسائی کا اندوہ اس کے مرغوب موضوع ہیں۔

عظیم دانشور اور چارسو کتب کے مصنف ابن حزم نے روحانی نظریہ عشق پر ایک جامع رسالہ ''طوق الحمامہ'' کے نام سے لکھا تھا۔ جس کو عربی ادب میں کلاسیک کا درجہ حاصل ہے۔ اہم بات یہ ہے کہ موضوع کے اعتبار سے اندلسی مصنف ابن حزم کی تصنیف طوق الحمامہ اور جنوبی فرانس کے ترانہ سراؤں میں اس حد تک مماثلت ہے جیسے وہ ان کے لئے نصاب کا درجہ رکھتی ہو۔

تیرھویں صدی کے آواخر تک نصرانی ہسپانیہ میں دینی ادب، ادبیات، سائنس و فلسفے کی کتابوں کے ترجمے ہو چکے تھے۔

ابن عربی اور دوسرے صوفیاء کی نگارشات اور صوفیانہ مکاشفات نے نصرانی رویائی ادب کو جنم دیا۔ جس سے فرانسیسی، لاطینی اور انگریزی لکھنے والے متاثر ہوئے۔ لوک گیتوں پر مبنی حکایتیں ہسپانیہ کے راستے یورپ پہنچیں جن پر ہسپانوی ادب کی تراش خراش نمایاں تھی۔ اسی طرح انگریزی حکایت کے معروف مجموعے "Canterbury Tales" کے مآخذ لاطینی فرانسیسی اطالوی اور عربی ہیں ''طلسماتی گھوڑے'' کی کہانی الف لیلیٰ سے ماخوذ ہے جس سے اہل ہسپانیہ آشنا تھے۔

کاغذ کی صنعت میں ترقی

ہسپانوی مؤرخ التامیرا لکھتا ہے کہ

''جائے حیرت ہے کہ یورپ صدیوں تک کاغذ بنانے کی صنعت سے ناآشنا تھا، تیرھویں صدی تک یہ صنعت عرب ہسپانیہ تک محدود تھی۔ 1200ء کے قریب ہسپانیہ اور شمالی اطالیہ کے ہنرمندوں کے توسط سے یہ صنعت مغربی یورپ پہنچی، اغلب ہے کہ اس سے پہلے ہسپانوی کاغذ مغربی ممالک کو برآمد کیا جاتا ہو''۔

یورپ میں کاغذ کا استعمال عربوں کے توسط سے ہوا عربوں کی یہ دریافت ایک جنگی حادثہ تھی۔ آٹھویں صدی میں سمرقند ایک دفعہ چینی دستے کے محاصرے میں تھا کہ پھر ایک دن محصور عربوں نے ان چینیوں پر قابو پالیا اور ان کو گرفتار کرلیا۔ یہ چینی کاغذ بنانے کے فن سے بھی واقف تھے۔ یوں عربوں نے یہ فن چینیوں سے سیکھا۔ چنانچہ 12ویں صدی میں بلنسیہ اور طلیطلہ میں کاغذ کے کارخانے قائم ہوئے۔

یوں عربوں نے پٹ سن اور قطن کے مصرف سے عالم اسلام کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک یہ فن پھیلا دیا۔ آج اس فن کی اہمیت عیاں ہے کہ جب کاغذ اور چھاپہ خانوں کے طفیل کروڑوں انسان عقل و دانش کے خزائن سے بہرہ مند ہیں۔

مسلم ہسپانیہ کا عظیم فلسفی

ابن رشد

مسلم ہسپانیہ کا عظیم ترین فلسفی، فلسفہ ارسطو کا شارح، آسمان علم وحکمت کا درخشاں ستارا جس سے یورپ نے اکتساب نور کیا۔ وہ حریت فکر کا علمبردار تھا۔ اس نے ارسطو کے فلسفے کی اصل حقیقت عیاں کی۔

ابن رشد کا مؤقف تھا کہ مذہب اور فلسفہ میں تصادم نہیں ہے بلکہ فلسفہ شریعت کا اثبات کرتا ہے اور کلام پاک میں بار بار غور وفکر کی تاکید کی گئی ہے۔ لیکن تقلیدی جمود کے باعث عالم اسلام میں اس کی پذیرائی نہ ہوئی اور مغرب نے اس عالم کے خزائن کو تشنہ لبوں سے خوش آمدید کہا۔ عبرانی اور لاطینی زبان میں مغرب نے اس کی کتب کے تراجم کئے۔

ابن رشد کی تصانیف یہودیوں اور عیسائیوں میں یکساں مقبول ہوئیں جس سے یورپ میں سائنسی اور عقلی تحریک کو فروغ ملا۔ ابن رشد موجودہ دور کی سائنسی روح کا پیشرو تھا۔ اس طرح یورپ میں بھی ارسطو کی بجائے ابن رشد کا نام لیا جانے لگا۔ جگہ جگہ ''ابن رشدی'' انجمنیں قائم ہوگئیں۔

فلسفے کا یہ عظیم آفتاب بیمار یورپ کے لئے درخشندہ نجم بن کر چمکا۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس عظیم دانشور کے افکار وخیالات، حکمت و دانش کے لئے تشنہ ان مدارس تک پہنچ گئے جن کے وہ متلاشی تھے، جس سے ابن رشد کے افکار کی تعلق یورپ سے روشناسی ممکن ہوسکی۔ اس طرح ابن رشد کے علم و دانش کے خزائن ہسپانوی دریچوں سے روٹھ کر یورپ کی سمت رواں دواں ہوگئے۔

ازمنۂ وسطیٰ کا عظیم ترین

جغرافیہ دان ''الادریسی''

راجر دوئم کے دربار کا ایک معزز رکن ''الادریسی'' بھی تھا۔ راجر کے گرد مسلم یہودی اور نصرانی اہل علم جمع تھے۔ ادریسی نے چاندی میں کاڑھا ہوا دنیا کا مدوّر نقشہ تیار کیا جو 'بیاض راجر'' کے نام سے مشہور ہوا۔

الادریسی عربوں کا ''سٹریبو'' کہلایا۔ مسلم جغرافیہ دان صرف مسلم ممالک کا تذکرہ کرتے تھے لیکن آپ نے مغربی ممالک کے بارے میں معلومات فراہم کیں۔ الادریسی نے پرانے مآخذ سے رجوع کرنے کی بجائے معاصر جغرافیہ دانوں کے گروہ سے معلومات حاصل کیں جو نامور سیاح بھی تھے۔

بیاض راجر معلومات کا خزینہ ہے اس کتاب میں ستر نقشوں پر مشتمل پہاڑ، جھیلیں اور مشہور راستے دکھائے گئے ہیں اور زرعی پیداوار، معدنیات، تجارت اور ثقافتی سرگرمیوں کا ذکر بھی ہے۔

الغرض مسلم ہسپانیہ کے علمی خزائن بیمار یورپ کے لئے نوائے سحر ثابت ہوئے اور میزان افکار میں توازن ابن رشد، ابن طفیل جیسے عالموں کے ذریعے ہی پیدا ہوا۔ چنانچہ آخر کار نحیف وکمزور یورپ کی دید میں ہسپانیہ کے علمی خزائن کی چند بوندیں آب بقا بن کر سامنے آئیں کہ اس کے بعد ہسپانیہ کے کاروان علوم نے واپس مڑ کر بھی دراندلس کو نہ دیکھا اور یوں علم و دانش کا دھارا سرزمین ہسپانیہ سے رخ پھیر کر تشنہ یورپ کی طرف بڑھنے لگا۔

لہٰذا ہم دیکھ سکتے ہیں کہ آج مغربی تہذیب وتمدن اور علم وفنون کے جھروکوں کے نقش ونگار میں ہسپانوی یا اسلامی ثقافت وعلوم کی جھلک نمایاں ہے۔

(بقیہ صفحہ 4)

کا مختصر طور پر ذکر کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ سب سے اول اس امام الزمان ...... کی بیعت کرنے کے بعد اپنے اندر جو تبدیلی ہوئی اس کو مختصر الفاظ میں لکھ دینا کافی ہے۔

پاک تبدیلی

ابتدائی عمر کے زمانہ کے بعد زمانہ اوسط اور اس کے بعد لگاتار زمانہ بیعت جو کچھ اپنی عملی حالت میں نے بتائی ہے اس کا ازالہ ہوتا چلا اور کوئی بیس اور پچیس برس کی ناگفتنی علتیں اور عادتیں جو اپنے اندر تھیں اور جن کی بابت کبھی کبھی خیال کر کے میں رو دیا کرتا تھا کہ اب ان برائیوں سے نجات کس طرح ہوگی اور مجھے یہ امر ناممکن معلوم ہوتا تھا اور فی الحقیقت اگر میں ہزار کوشش کر کے بھی جان چھڑاتا تو پھر یہ امر ناممکن معلوم ہوتا تھا کہ میری صحت وغیرہ میں کچھ فتور پیدا نہ ہوتا۔ مگر حلفاً لکھتا ہوں کہ بعد بیعت وہ سب باتیں یکے بعد دیگرے ایسی دور ہوگئیں جیسا لاحول سے شیطان بھاگتا ہے اور مجھے تکلیف بھی محسوس نہیں ہوئی اور صحت کا یہ حال ہوگیا کہ گویا ان ارتکابوں کے وقت میں بیمار تھا۔ اور ان کے ترک کے بعد تندرست ہوگیا۔ اور یہ صرف حضرت حجۃ اللہ امام ہمام ...... کے انفاس طیبات کے طفیل نصیب ہوا اور اب اپنے اندر وہ باتیں دیکھتا ہوں کہ بے اختیار ہو کر رب کریم ورحیم کا شکر کرتا ہوں اور ابتدائی زمانہ کو بھی اس کے مقابلہ میں ہیچ سمجھتا ہوں۔ اگرچہ میں اب تک اپنے آپ کو ایک گندہ بشر سمجھتا ہوں اور اپنے اندر بہت سے عیوب محسوس کرتا ہوں مگر اس مولا کریم کی جناب میں قوی امید رکھتا ہوں کہ وہ اپنے حبیب کی جوتیوں کے صدقے میری مغفرت کردے گا۔

خاکسار عبدالرحمٰن 8 رمضان المبارک

(مکتوبات احمدیہ جلد 5 حصہ اول صفحہ 41 تا 54)

ذوق عبادت

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع فرماتے ہیں:۔

مجھے وہ لمحہ بہت پیارا لگتا ہے جو ایک مرتبہ لندن میں New Year's Day (نیوائیرز ڈے) کے موقع پر پیش آیا یعنی اگلے دن نیا سال چڑھنے والا تھا اور عید کا سماں تھا۔ رات کے بارہ بجے سارے لوگ ٹرائفلگر سکوائر میں اکٹھے ہو کر دنیا جہان کی بے حیائیوں میں مصروف ہو جاتے ہیں کیونکہ جب رات کے بارہ بجتے ہیں تو پھر وہ سمجھتے ہیں کہ اب کوئی تہذیبی روک نہیں۔ کوئی مذہبی روک نہیں۔ ہر قسم کی آزادی ہے۔ اس وقت اتفاق سے وہ رات مجھے یوسٹن اسٹیشن پر آئی۔ مجھے خیال آیا کہ جیسا کہ ہر احمدی کرتا ہے۔ اس میں میرا کوئی خاص الگ مقام نہیں تھا۔ اکثر احمدی اللہ کے فضل سے ہر سال کا نیا دن اس طرح شروع کرتے ہیں کہ رات کے بارہ بجے عبادت کرتے ہیں۔ مجھے بھی موقع ملا۔ میں بھی وہاں کھڑا ہوگیا۔ اخبار کے کاغذ بچھائے اور دو نفل پڑھنے لگا۔

کچھ دیر کے بعد مجھے یوں محسوس ہوا کہ کوئی شخص میرے پاس آ کر کھڑا ہوگیا ہے اور پھر نماز ابھی میں نے ختم نہیں کی تھی کہ مجھے سسکیوں کی آواز آئی۔ چنانچہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد میں نے دیکھا کہ وہ ایک بوڑھا انگریز ہے جو بچوں کی طرح بلک بلک کر رو رہا تھا۔ میں گھبرا گیا میں نے کہا پتہ نہیں یہ سمجھا ہے کہ میں پاگل ہوگیا ہوں اس لئے شاید بے چارہ میری ہمدردی میں رو رہا ہے۔ میں نے اس سے پوچھا کہ تمہیں کیا ہوگیا ہے تو اس نے کہا مجھے کچھ نہیں ہوا میری قوم کو کچھ ہوگیا ہے۔ ساری قوم اس وقت نئے سال کی خوشی میں بے حیائی میں مصروف ہے اور ایک آدمی ایسا ہے جو اپنے رب کو یاد کر رہا ہے اس چیز نے اور اس نماز نے میرے دل پر اس قدر اثر کیا ہے کہ میں برداشت نہیں کر سکا۔ چنانچہ وہ بار بار کہتا تھا۔ God Bless You. God Bless You. God Bless you. God Bless You۔

(الفضل 31 اکتوبر 1983ء)

مکرم پروفیسر میاں محمد افضل صاحب

سلام ٹیچر سلام

موجودہ حکومت تعلیم کو اہمیت دے رہی ہے، مختلف سکیمیں لائی جا رہی ہیں جن میں استاد کی عزت افزائی بھی کرنی مقصود ہے۔ اس اہم پروگرام کے لئے ایک دن وقف کر دیا گیا ہے جسے ٹیچر سلام ڈے کہا جا سکتا ہے یا کہا جاتا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ شاگرد اپنے اساتذہ سے رابطہ کریں۔ سلام پیش کریں۔ ان کی خیریت دریافت کریں اپنی عقیدت کا اظہار کریں تا استاد محسوس نہ کرے کہ قوم نے اسے بھلا دیا ہے یا اسے معاشرہ میں صحیح مقام نہیں ملا۔ شاگرد اپنے اپنے اساتذہ کی عزت افزائی کریں گے۔ ان کا احترام کریں گے انہیں سلام پیش کریں گے۔ ایک اچھی ریت ڈالی جا رہی ہے یقیناً ایک خوشکن امر۔ ایک ضروری بات کیونکہ آج کے بعض شاگرد کالج سے فارغ ہوئے۔ استاد صاحب پاس سے گزرے اور شاگردوں نے کچھ ایسی بے اعتنائی دکھلائی گویا انہیں جانتے تک نہیں۔ جب تک تو استاد سے کام رہا اسے پہچاننے کا تھوڑا بہت ثبوت دیا اور جب سکول ر کالج سے فارغ ہوئے تو گویا انہیں جانتے ہی نہیں، پہچانتے ہی نہیں اس لئے حکومت کے تعلیم سے متعلقہ افراد نے سوچا اور صحیح سوچا کہ اس امر کا تدارک کیا جائے استاد کی عزت بحال کی جائے۔ اسے اس کا صحیح مقام دیا جائے۔ اس لحاظ سے ''سلام ٹیچر'' کی سکیم قابل قدر ہے۔ ماشاءاللہ اس پہ عملدرآمد بھی ہو رہا ہے۔ محترم صدر صاحب نے اور وزیراعظم صاحب نے اس روز اپنے اپنے اساتذہ کو سلام پیش کیا۔ ان کی خیریت دریافت کی۔ اپنی عقیدت کا اظہار کیا۔ بڑی قابل تحسین بات۔ اور اسی نے مجھے اس مضمون لکھنے پہ آمادہ کیا۔

ہوا یہ کہ اس روز میرا بھی ٹیلیفون بڑی گھن گرج سے بولا۔ دوسری جانب پاکستان کے ایک بہت بڑے صنعتکار بڑی محبت سے اپنے پرانے استاد کو یاد کر رہے تھے۔ پھر اسی روز ایک خط ملا۔ یہ تھے ایک ریٹائرڈ ڈپٹی کمشنر جنہوں نے عقیدت کا اظہار کرنے کے لئے قلم کا سہارا لیا۔ دو معزز شاگردوں کے پیغام اس روز ملے تو میں نے جانا کہ زندگی بے کار نہیں گزری۔ اور اب بھی کچھ لوگ ہیں جو قدر کرتے ہیں۔ محبت کا اظہار کرتے ہیں۔ مگر میں نے قلم اپنے بات کرنے کو نہیں اٹھایا بلکہ چند اچھے شاگردوں کی بات کرنے کو بیٹھا ہوں۔ مگر مقصد یہ ہے کہ آج کے نوجوانوں تک ان اچھے شاگردوں کی بات پہنچے تو ''شاید تیرے دل میں اتر جائے مری بات''

پاکستان کے بڑے صنعتکاروں میں نمایاں صنعتکار کی بات سے بات شروع کرتا ہوں۔ بی۔اے میں میرے شاگرد رہے۔ میں نے ان کی کوئی خصوصی مدد تو نہ کی مگر وہ آج بھی مصر ہیں کہ انگریزی انہیں میں نے سکھائی اور اس بات کا اکثر اظہار بھی کیا، اکثر ان کا پیغام بھی ملتا ہے۔ محبت اور عقیدت کے پھول بھی اپنی بے شمار مصروفیات کے باوجود، پیش کرتے رہتے ہیں۔ پڑھتے ہوئے بھی اچھا تاثر دیا اور فارغ ہوئے یہ بھی ماشاءاللہ وہی انداز۔ بعض شاگردوں کا تو یہ انداز ہوتا ہے کہ امتحان سے فارغ ہوئے تو ''تو کون میں کون'' کا سا رویہ اختیار کر لیتے ہیں۔ مگر یہ بہت ہی مختلف شاگرد تھے۔ امتحان سے فارغ ہو چکے تھے ایک روز ان سے مڈھ بھیڑ ہو گئی۔ میں کالج سے واپس اپنی سائیکل پہ جا رہا تھا۔ وہ بھی ایک خستہ حال سائیکل پہ آتے ہوئے نظر آئے۔ خیال تھا کہ سلام کر کے گزر جائیں گے مگر نہیں وہ استاد کی عزت افزائی کو سائیکل سے اترے۔ میں بھی رک گیا۔ بڑے مؤدبانہ انداز میں سلام کیا۔ عقیدت و احترام کا اظہار کیا۔ میں بہت متاثر ہوا۔ کتنے سعادت مند ہیں یہ شاگرد شاید اس روز یا کسی اور موقع پر انہوں نے اپنے سکول کے ایام کے ایک واقعہ کا ذکر کیا۔ کہنے لگے میں گاؤں کے سکول میں پڑھتا تھا۔ ایک روز ماسٹر صاحب نے فرمایا: میرے گھر کا گھڑا افلاں کنوئیں سے بھر کے گھر چھوڑ آؤ۔ مجھے بات پسند نہ آئی۔ میں سکول سے بھاگ نکلا۔ گھر آیا تو والدہ محترمہ نے سکول سے جلد آنے کی وجہ پوچھی۔ میں نے صحیح بات بتلا دی۔ والدہ سخت ناراض ہوئیں کہنے لگیں: جاؤ اور ماسٹر صاحب کے دو تین گھڑے بھر کے ان کے گھر چھوڑ آؤ، یہ تھی اس مہربان ماں کی تربیت جس نے ان کو بڑوں کی عزت کرنا اور استادوں کی قدر کرنا سکھلایا۔ سو آج بھی وہ ملتے ہیں تو عقیدت کا اظہار کرتے ہیں۔ اچھے مقرر ہیں۔ بڑی اچھی انگریزی میں مضامین لکھتے ہیں مگر انکساری ایسی کہ اس کا کریڈٹ استاد کو دیتے ہیں۔ حالانکہ میں تو ان کے لئے کچھ بھی نہ کر سکا۔ سلام بھجواتے ہیں حال پوچھتے ہیں۔ ملاقات ہو تو بڑے مؤدبانہ انداز میں ملتے ہیں۔ کبھی تحفہ سے بھی یاد کر لیتے ہیں۔ پیسے کی ریل پیل۔ اور ملک میں پھیلے ہوئے کاروبار نے بھی انہیں استاد کی قدر کرنے کی بات نہیں بھلائی۔ یقیناً ایک بہت اچھے شاگرد ایک قابل قدر انسان۔ اللہ تعالیٰ ان کو ہمیشہ کامیابیوں سے ہمکنار کرتا رہے اور حامی و ناصر رہے۔

ایک اور شاگرد محترم کی بات کروں گا اور ان کی سعادت مندی کی، وہ اب اس دنیا میں نہیں اس لئے ان کا ذکر خیر کرنا اور بھی ضروری ٹھہرا۔ وہ بھی بی۔اے میں میرے شاگرد تھے۔ ایک بڑی زمیندار فیملی کے فرد اس وقت ساہیوال کالج بھی مختصر سا تھا۔ وہ سٹوڈنٹ یونین کے صدر منتخب ہو گئے اور کچھ ایسا ہی انداز اپنایا۔ میری کلاس میں تھے میں نے دیکھا کہ کتاب لے کے نہیں آتے۔ سو میں نے انہیں دوسرے روز کتاب لانے کو کہا۔ مگر دوسرے روز بھی وہ خالی ہاتھ۔ میں نے قدرے زور سے کہا۔ مگر تیسرے روز بھی وہی صورت، میرا بھی جوانی کا عالم تھا۔ میں نے اس نافرمانی کی سزا کے طور پر انہیں بنچ پر کھڑا ہونے کو کہا (آج کالجوں میں ایسا کہاں ممکن ہے) انہوں نے چوں و چراں نہ کی کھڑے ہو گئے اور باقی کا سارا پیرڈ کھڑے رہے۔ باہر نکلے تو لڑکوں نے گھیر لیا۔ ''آپ یونین کے صدر ہیں۔ پروفیسر نے آپ کی بے عزتی کی۔ آیئے احتجاج کرتے ہیں'' لیکن اس نوجوان کی سعادت مندی دیکھئے۔ دوستوں کو کہا۔ ''نہیں استاد صحیح تھا۔ انہوں نے مجھے دو روز کتاب لانے کو کہا کوتاہی میری ہی تھی۔'' یہ بات مجھے معلوم نہ ہوئی مگر جب بعد میں وہ پنجاب کے وزیر بن گئے تو ایک فنکشن جس میں میں بھی موجود تھا، یہ سارا واقعہ سنایا۔ کیا سعادت مندی ہے۔ ایک بڑے خاندان کے چشم و چراغ، کالج کے ایک معتبر فرد۔ نہ صرف سزا برداشت کر گئے بلکہ برملا اپنے قصور کو بھی تسلیم کیا۔ یقیناً ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات۔ ایسا کارنامہ انہوں نے سٹوڈنٹ لائف میں ہی نہیں کر دکھایا بلکہ منصب جلیلہ پہ فائز ہونے پہ بھی ایسا ہی انداز رہا۔ پہلے وہ پنجاب کے وزیر پھر سنٹر میں وزیر تعلیم ہوئے۔ میں بھی اس زمانہ میں اسلام آباد کے ایک ادارے کا سربراہ تھا۔ منسٹر صاحب نے سب سربراہان ادارہ جات کو ان کے اداروں سے تعارف کے لئے بلوایا۔ میں بھی حاضر ہوا۔ ہر ایک نے اپنے اپنے محکمہ کی بات بتلائی۔ میری باری آئی۔ میں نے ابھی بات شروع ہی کی تھی کہ فرمانے لگے۔ ''میاں صاحب! آپ رہنے دیں۔ یہ جو میں کرسی پہ بیٹھا ہوں یہ آپ کی وجہ سے ہی ہے۔'' بھلا میں کون کہ ان کو کرسی پہ بٹھا سکتا۔ میں نے تو محض ایک شاگرد کو سبھی کے ساتھ چند اسباق پڑھائے تھے مگر ایک اچھے شاگرد کا اظہار عقیدت کتنا شاندار اور پھر سب کے سامنے۔ سب میری طرف دیکھنے لگے اور میرا سر اللہ کے حضور جھک گیا۔ واہ! اللہ میاں تو نے کیسے کیسے شاگرد دیئے۔ کتنے اچھے کہ اونچی کرسی پہ بیٹھ کے ایک نیچی کرسی والے سے ایسی سعادت کا اظہار کر رہے ہیں۔

انہی کے متعلق ایک اور واقعہ اس سے بھی عجیب تر ہے۔ لکھے دیتا ہوں جب وہ وفاقی وزیر تھے اور میں ایک وفاقی ادارے میں کام کر رہا تھا کہ کسی مہربان نے اس خاکسار پر تاک کے نشانہ لگایا۔ یعنی اسمبلی کے لئے ایک سوال لکھ بھیجا۔ کہ یہ ایک ریٹائرڈ شخص ہے اور اس کو اتنا اہم تعلیمی کام سپرد کیا گیا ہے۔ کیوں؟ منسٹری نے جواب لکھا۔ کہ یہ اس کی تعلیمی قابلیت اور تجربہ کی بنا پر کیا گیا۔ مگر ہے یہ کنٹریکٹ پہ دو ماہ بعد فارغ کر دیا جائے گا۔ وزیر تعلیم صاحب اسمبلی میں جواب دینے کو کھڑے ہوئے تو فرمایا۔ کہ منسٹری نے جو پہلی بات لکھی ہے اس سے تو مجھے اتفاق ہے لیکن دوسری سے نہیں۔ میں اس کی ملازمت میں ایک اور سال کی توسیع کرتا ہوں کیونکہ آنے والے سیکرٹری کو یہی شخص صحیح ٹریننگ دے سکتا ہے۔ اللہ، اللہ سوال یہ ہے کہ اسے نکالو۔ اور جواب یہ دیا جا رہا ہے۔ کہ نہیں اسے ملازمت میں مزید توسیع دی جاتی ہے۔ کتنا دلیرانہ فیصلہ۔ ایسا برملا اظہار کہ سب حیران ہو گئے میں نے اس شام ان سے جا پوچھا کہ کیا ایک سیاستدان ایسا رسک لے سکتا ہے۔ فرمانے لگے میں نے وہی کیا جو صحیح تھا۔ اور جو میرا فرض تھا۔ واہ! کیسے کیسے عظیم لوگ، کلمہ حق کہنے میں کتنے نڈر، اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند کرے۔

ایک اور شاگرد کی بھی تھوڑی سی بات ہو جائے۔ ساہیوال میں مجھ سے پڑھتے تھے بعد میں کراچی قالینوں کا کاروبار کرنے لگ گئے۔ مجھے کراچی میں ایک اساتذہ کی ورکشاپ کا کام سپرد کیا گیا۔ اتفاق سے کراچی کی ایک اندھیری سڑک پہ ملاقات ہو گئی۔ ایک لمبا تڑنگا انسان کار سے اترا۔ میرے گھٹنوں کو ہاتھ لگایا اور مؤدب کھڑا ہو گیا۔ کون ہے یہ شخص، میں چونکا۔ معلوم ہوا کہ شاگرد رہے ہیں۔ خاطر مدارات میں پڑ گئے۔ پھر کہنے لگے: کراچی میں سب سے زیادہ ضرورت اپنی ٹرانسپورٹ کی ہوتی ہے۔ میری کار حاضر ہے۔ میں ہچکچایا۔ آپ کیا کریں گے؟ میرے پاس ایک پرانی کار بھی ہے۔ اور یہ کہ تین ہفتہ کے لئے اپنی اچھی کار، اس کی ٹینکی فل کروا کے، میرے سپرد کر گئے۔ دوسرے سال بھی جانا ہوا تو پھر انہوں نے ڈھونڈھ نکالا اور پھر وہی خدمت کرنے پر مصر ہوئے۔ کتنے اچھے شاگرد، کتنا استاد کا خیال رکھنے والے۔ نہ جانے آج کہاں ہیں۔ شاید امریکہ میں۔ اچھا جہاں رہیں خوش رہیں۔ میری دعائیں ان کے لئے۔

دو تین واقعات لکھ دیئے مگر یہ ہرگز تاثر نہیں دینا چاہئے کہ یہ عقیدت مندی کا اظہار میری کسی خوبی کی وجہ سے ہے۔ یہ محض ان کی تربیت کا نتیجہ ہے۔ ان کی سعادت مندی ہے اور نیکی کا مظاہرہ ہے۔ تربیت تو ہوتی ہے اصل میں اچھے ماں باپ کی راہنمائی سے۔ بڑوں کی عزت کرنے کا سبق بھی ملتا ہے تو اسی درسگاہ میں۔ لیکن بات ختم کرنے سے پہلے اپنے ایک اور شاگرد کو یاد کرنا چاہتا ہوں۔ جہاں کیفیت قدرے مختلف ہے۔ ساہیوال کالج کی ہی بات ہے کہ ایک نوجوان میرے ٹیوٹوریل گروپ میں تھے۔ میں نے نوٹ کیا کہ کالج میں وہ دو تین بار میرے پاس سے گزرے مگر انہوں نے مجھے سلام نہیں کیا۔ سو میں نے ایک روز اسے بلایا اور اس طرف توجہ دلائی۔ مگر اس طالب علم نے بڑے گستاخانہ انداز میں کہا۔ ''میں آپ

(باقی صفحہ 8 پر)

ملکی اخبارات سے خبریں

ڈیموں کے مسئلہ پر حکومت بلیک میل نہیں ہوگی صدر پرویز مشرف سے مسلم لیگی صدر چودھری شجاعت حسین نے ملاقات کی ان دونوں رہنماؤں نے اس بات پر اتفاق کیا کہ حکومت ڈیموں (آبی ذخائر) کے مسئلہ پر بلیک میل نہیں ہوگی۔ آبی ذخائر میں اضافہ ضروری ہے ملکی ترقی کیلئے غیر مقبول فیصلے کو اہمیت دی جائے گی۔ ملاقات میں کالا باغ ڈیم سے متعلق ہر فورم پر رائے عامہ ہموار کرنے پر اتفاق کیا گیا۔

آبی ذخائر سے متعلق فیصلے ملکی مفاد میں ہونگے وزیراعظم شوکت عزیز نے کہا ہے کہ آبی ذخائر کے حوالہ سے تمام فیصلے ملکی مفاد میں کئے جائیں گے۔ پانی ذخیرہ کرنے کی صلاحیت بڑھانے کیلئے فوری اقدامات کی ضرورت ہے۔ حکومت نے مذاکرات کا عمل شروع کر دیا ہے۔ تمام فیصلے فریقین کی مشاورت سے ہونگے۔

40 کروڑ ڈالر کے ہنگامی قرضے عالمی بینک نے تعمیر نو کیلئے 40 کروڑ ڈالر کے ہنگامی قرضے کی منظوری دے دی ہے رقم تین سال کے دوران فراہم کی جائے گی۔ اقوام متحدہ نے بھی 500 ملین ڈالر کے ہنگامی فنڈ کی منظوری دی ہے۔

کالا باغ ڈیم حکومت کی حلیف جماعت قومی موومنٹ (ایم کیو ایم) نے خبردار کیا ہے کہ اگر کالا باغ ڈیم سمیت بڑے ڈیمز مسلط کئے گئے تو ہم حکومت سے علیحدگی اختیار کر لیں گے۔ کالا باغ ڈیم کے معاملے پر ہم وزیراعلیٰ سندھ کی حمایت کرتے ہیں اور یکجہتی پر کوئی سودے بازی نہیں ہوگی۔ ڈیموں کا معاملہ اتفاق رائے سے طے کیا جائے۔ پنجاب کی طرح سندھ میں بھی رائے عامہ بنائی جائے ڈاکٹر، سیاستدان اور دانشور سب کو اعتماد میں لے کر فیصلہ کیا جائے۔ ماضی میں جب بلوچستان پر لشکر کشی کی گئی تو اس وقت بھی ہم نے حکومت میں رہتے ہوئے اس پر آواز بلند کی۔ اب بھی انتہائی قدم اٹھا سکتے ہیں۔

القاعدہ غیر موثر ہو چکی ہے امریکہ میں پاکستان کے سفیر جہانگیر کرامت نے کہا ہے کہ اسامہ کی موجودگی کے بارے میں کوئی علم نہیں۔ القاعدہ غیر موثر ہو چکی ہے اس کے پاس حملوں کی ہدایت جاری کرنے والی قیادت باقی نہیں رہی طالبان اور القاعدہ افغانستان اور پاک افغان سرحد پر سرگرم عمل ہیں۔ افغانستان کے مستحکم ہونے سے القاعدہ کی کارروائیوں میں کمی آئے گی۔ جہانگیر کرامت نے کہا کہ ایٹمی معاہدہ کرنے کے بارے امریکہ سے مذاکرات جاری رہیں گے۔

امریکہ کے ساتھ خفیہ جیلیں بنانے کا کوئی معاہدہ نہیں صدر جنرل پرویز مشرف نے کہا ہے کہ امریکہ کے ساتھ خفیہ جیلیں قائم کرنے کا کوئی معاہدہ نہیں ہوا۔ پاکستان میں کوئی امریکی فوجی نہیں ہے القاعدہ منظّم جماعت نہیں رہی۔ غیر ملکی دہشت گردوں کے خلاف بروقت اقدام نہ کئے گئے تو وہ ملکی سلامتی کے لئے خطرہ ہو سکتے ہیں صدر مشرف نے سعودی اخبار کو انٹرویو دیتے ہوئے مزید کہا کہ ہم فلسطینی ریاست کا قیام چاہتے ہیں اسرائیل تشدد روکے اور مقبوضہ علاقے خالی کرے۔ مسئلہ کشمیر خلوص نیت سے کشمیریوں کی خواہشات کے مطابق حل کرنے کی ضرورت ہے۔ موجودہ صورتحال میں فوج عراق نہیں بھجوائی جائے گی۔ پاکستان کو نرم ملک نہ سمجھا جائے ہماری مسلح افواج طاقتور اور مستعد ہیں۔

بھارت میں سردی کی لہر بھارتی پنجاب کے قصبے پٹھان کوٹ اور کان پور میں سردی سے ٹھٹھر کر دو افراد ہلاک اور متعدد افراد سردی سے شدید بیمار ہو گئے۔ بھارت کی شمال ریاستوں میں درجہ حرارت منفی پانچ تک پہنچ گیا ہے۔

امام مہدی کے دعویدار سے پوچھ گچھ امام مہدی ہونے کے جھوٹے دعویدار شہباز کو فیصل آباد میں انتہائی سیکورٹی میں رکھ کر پوچھ گچھ کی جا رہی ہے اس کا تعلق ٹوبہ ٹیک سنگھ سے ہے اور وہ انگلینڈ میں 20 سال گزارنے کے بعد واپس آیا۔ چک 358 گ ب (گنجو مغلی) کا رہائشی ہے اس کی پہلی بیوی سے 3 بیٹے ہیں۔ اس کے والد شاہ محمد نے بتایا کہ شہباز کے دعویٰ امام مہدی کے بارے اسے اخبارات سے پتہ چلا ہے۔

عورت زلزلہ کے ملبہ سے زندہ نکال لی گئی دو ماہ بعد زلزلہ کے ملبہ سے زندہ بچ جانے والی نقشہ کو اسلام آباد کے ہسپتال میں داخل کر دیا گیا ہے جہاں اس کی دیکھ بھال کی جا رہی ہے وہ 66 روز تک ملبہ کے نیچے رہی اس کے علاج کیلئے 5 ڈاکٹروں کا بورڈ تشکیل دیا گیا ہے اس کی حالت قدرے بہتر ہے اور وہ زندگی کی طرف لوٹ رہی ہے فی الحال بولنے کے قابل نہیں لیکن آنکھوں کی حرکت اور ہاتھوں کی حرکات سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ بولنے والوں کی تمام باتیں سمجھ رہی ہے۔

درخواست دعا

مکرم نصیب احمد بٹ صاحب معتمد مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان تحریر کرتے ہیں کہ مکرم غلام محمد صاحب قائد ضلع چکوال مورخہ 9 دسمبر 2005ء کو جماعتی امور کے سلسلہ میں پنجند سے بھون جا رہے تھے کہ راستہ میں کار حادثہ کی وجہ سے ان کی جبڑے کی ہڈی ٹوٹ گئی ڈاکٹرز نے آپریشن تجویز کیا ہے تمام احباب جماعت سے دعا کی درخواست ہے کہ خدا تعالیٰ مکرم قائد صاحب کو جلد از جلد صحت کاملہ سے نوازے اور آپریشن کے بعد کی پیچیدگیوں سے محفوظ رکھے۔

مکرم مشہود احمد صاحب گوجر خان تحریر کرتے ہیں میری اہلیہ محترمہ عقیلہ شہزادی صاحبہ کا پتے میں پتھری کی وجہ سے کامیاب آپریشن مورخہ 18 نومبر 2005ء کو ہوا ہے۔ احباب سے درخواست دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپریشن کی جملہ پیچیدگیوں سے محفوظ رکھے اور صحت کاملہ سے نوازے۔

مکرم اللہ یار ناصر صاحب کارکن وکالت دیوان لکھتے ہیں کہ خاکسار کی بہو مکرمہ امۃ القدوس صاحبہ اہلیہ مکرم محمد سرور صاحب کارکن اصلاح وارشاد مرکزیہ شدید بیمار ہیں اور گلاب دیوی ہسپتال لاہور میں زیر علاج ہیں احباب سے خصوصی درخواست دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ معجزانہ رنگ میں انہیں شفاء کاملہ عطا فرمائے۔

(بقیہ صفحہ 7)

کو سلام نہیں کروں گا''۔ میں چپ ہو گیا مگر سمجھ گیا کہ کسی ''عالم دین'' کے کہنے کے نتیجہ میں اس قسم کا اظہار کیا گیا۔ میں اس معاملہ میں قطعاً خاموش رہا۔ اب تھا وہ غریب لڑکا اور میرے سپرد اس کالج کا یہ کام بھی تھا کہ مستحق طلباء کی مالی امداد کی سفارش پرنسپل صاحب سے کروں۔ میں نے چپکے سے اس کی بھی سفارش کر دی کیونکہ وہ واقعی مستحق تھا۔ اسے امداد مل گئی۔ کچھ عرصہ کے بعد اسے معلوم ہوا کہ یہ میرے ٹیوٹر کی سفارش کا نتیجہ تھا۔ پھر تو وہ یکدم بدل گیا۔ اس نے عزت بھی کی اور سعادت مندی کا اظہار بھی۔ ایک دفعہ کالج چھوڑنے کے بعد بھی ان سے ملاقات ہوئی۔ بڑے تپاک سے ملے۔ اللہ تعالیٰ انہیں بھی خوش رکھے۔

یہ چند ہیں تو ذاتی واقعات اور مجھے ہچکچاہٹ تھی انہیں بیان کرنے میں لیکن میں نے ان کو تحریر اس لئے کیا تا نوجوان ان عظیم شاگردوں کے تتبع میں اساتذہ کی عزت کرنا سیکھیں۔ ان سے سعادت مندی کا اظہار کریں اور پھر ان کی دعائیں سمیٹیں۔ نوجوانوں کی اس رنگ میں تربیت ضروری، استاد کی عزت واحترام لازم۔ تربیت کا دائرہ وسیع ہے مگر کس خوبی سے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے دو مصرعوں میں سمو دیا ہے تربیت کے اصولوں کو فرماتے ہیں:۔

سر میں نخوت نہ ہو، آنکھوں میں نہ ہو برق غضب
دل میں کینہ نہ ہو لب پر کبھی دشنام نہ ہو

ربوہ میں طلوع وغروب 19 دسمبر 2005ء	
طلوع فجر	5:33
طلوع آفتاب	7:01
زوال آفتاب	12:05
غروب آفتاب	5:09

سخت سردی سے بچنے کیلئے بچوں کے سارے سائز اور زنانہ مردانہ گرم انڈر گارمنٹس تمام رنگوں میں دستیاب ہے
خان بابا گارمنٹس
گولبازار ربوہ
047-6212233
0300-7716414

طارق ماربل سٹور
ماربل کے خوبصورت کتبہ جات اور قبروں کے لئے تیار ماربل رعایتی قیمت پر دستیاب ہے
طالب دعا: طارق احمد
یادگار چوک ربوہ
موبائل: 0300-7713393
فون رہائش: 047-6213393

العطاء جیولرز
DT-145-C کری روڈ
ٹرانسفارمر چوک راولپنڈی
پروپرائیٹر۔ طاہر محمود 4844986

احمد اسٹیٹ اینڈ بلڈرز
لاہور شہر میں واقع تمام سوسائٹیوں میں پلاٹس کی خرید وفروخت کا با اعتماد ادارہ
رابطہ: 30 فرسٹ فلور 2-25E مارکیٹ واپڈا ٹاؤن لاہور
پروپرائٹر: ندیم احمد۔ موبائل: 0333-4315502
042-5188844

C.P.L 29-FD

گجر پراپرٹی سنٹر
جائیداد کی خرید وفروخت کا با اعتماد ادارہ
اقصیٰ چوک بیت الاقصیٰ بالمقابل گیٹ نمبر 6 ربوہ
طالب دعا: شبیر احمد گجر فون آفس: 047-6215857
موبائل 0301-7970410-0300-7710731

AL-FAZAL
PURE WATER
PURE DRINKING WATER
گلی 3 رچنا ٹاؤن پٹرول پمپ سٹاپ جی ٹی روڈ شاہدرہ۔ لاہور
فون آفس: 0321-4366283-7=042-7963218

نظامی فیبرکس
ایک دام
#3 مسرور پلازہ، اقصیٰ چوک ربوہ: 0333-6706311

CHILDREN BROUGHT UP THROUGH
HOMOEOPATHIC TREATMENT ARE HEALTHY
INTELLIGENT AND STRONG
DR.MANSOOR AHMAD
D.583.FAISAL TOWN
LAHORE,PH:5161204